ایک لامذہب انجینئر محمد علی مرزا کے مضمون [اندھا دھند پیروی کا انجام] کا علمی و تحقیقی جائزہ

قارئین کرام! کچھ عرصہ موبائل کے ذریعے ایک میسج ملا کہ جہلم میں ایک انجینئر محمد علی مرزا صاحب نے چند مضامین ریسرچ پیپر کے نام سے لکھے ہیں۔اور ساتھ یہ بھی دعویٰ کیا کہ مرزا صاحب کے مضمون کا جواب آج تک کوئی بڑے سے بڑا مناظر اور عالم بھی نہیں دے سکا۔ مجھے چند دوست احباب جن کا تعلق جہلم سے ہے انہوں نے اس طرف توجہ مبذول کروائی کہ اہل سنت کے عوام الناس کو مرزا صاحب یہ کہہ کر بھکاتے ہیں کہ ان کا تعلق کسی مسلک سے نہیں بلکہ ان کا اختلاف بریلوی، دیوبندی اور غیر مقلدین حضرات سے بھی ہے۔اس بات کو سن کر تھوڑی حیرانگی ہوئی مگر جب میں نے مرزا صاحب کے تمام مضامین کو پڑھا تو یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ مرزا صاحب کی باتیں وہی ہیں جو غیر مقلدین حضرات کی ہیں۔اور انہوں نے وہی دلائل پیش کیے جو کہ غیر مقلدین حضرات کرتے ہیں اور خیر سے مرزا صاحب نے اپنے کسی مضمون میں کسی غیر مقلد عالم کے بارے میں قلم اٹھانے سے سختی سے گریز کیا۔ایک صاحب نے کچھ دن قبل پھر ایک میسج بھیجا کہ مرزا صاحب کا چیلنج ہے کہ کوئی ان کے مضمون کا جواب لکھ کر بتائے۔ میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ کون سے مضمون پر وہ سب سے زیادہ فخر کرتے ہیں تو انہوں نے مرزا صاحب سے پوچھ کر بتایا کہ انھیں اپنے ریسرچ پیپر نمبر: 2B پر بڑا فخر ہے۔ میں نے جب اس مضمون کو پڑھا تو حیرانگی ہوئی کہ مرزا صاحب نے جھوٹ و دجل اور یک طرفہ باتیں کیں ہیں اور اہل سنت و جماعت کے دلائل کا کہیں ذکر بھی نہیں کیا۔اس مضمون میں آپ مرزا صاحب کے ایک ایک اعتراض کا جواب قرآن، احادیث صحیحہ و حسنہ متناً ملاحظہ کریں گئے۔ کیونکہ میرا تعلق مسلک اہل سنت و جماعت (جن کو لوگ بریلوی کہتے یا سمجھتے ہیں) سے ہے لہذا میں صرف اپنے مسلک پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات دینے کا پابند ہوں۔اس مضمون میں انہوں نے ۱۹ اعتراضات پیش کیے، جن میں ۸ مسلک اہل سنت و جماعت کے بارے میں تھے۔لہذا ان اعتراضات کے جوابات قارئین کرام پڑھیے اور سمجھئے۔اور تعصب سے بالاتر ہو کر فیصلہ کیجئے۔ مرزا صاحب پہلے علماء کی تحریر پیش کرتے ہیں اور پھر اس کے مخالفت پر قرآن یا حدیث پیش کرتے ہیں۔ میرے اس جوابی مضمون کا انداز کچھ یوں ہوگا کہ پہلے مرزا صاحب کی مکمل اعتراض یا تحریر لکھی جائے گیا اور پھر اس پر تحریر الجواب بعنوان الوہاب کے عنوان سے دیا جائے گا۔

مرزا صاحب کے اعتراضات پر کلام سے قبل چند معروضات عوام الناس کی خدمت میں پیش خدمت ہیں۔اور خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اس کا اردو ترجمہ پڑھ کر ہم دین اور شریعت کو سمجھ سکتے ہیں۔

۱۔امام نوویؒ فرماتے ہیں: بغیر علم کے قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنا اور سکے معنیٰ کلام کرنا ہر اس شخص پر حرام ہے جو اسکا اہل نہ ہو۔اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں اور اس پر اجماع قائم ہے۔(التبیان فی آداب حملۃ القرآن ص ۱۶۵)

۲۔حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ مَا لِلنَّاسِ لاَ يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ۔[سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:۴۶۱۱]

ترجمہ: تمہارے بعد فتنے ہونگے، ان فتنوں میں مال کی کثرت ہوگی اور قرآن کھولا جائے گا حتی کہ اسے مومن اور منافق، مرد اور عورت، چھوٹا اور بڑا، غلام اور آزاد سبھی پڑھینگے۔پس عنقریب کہنے والا کہے گا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ میری پیروی نہیں کرتے حالانکہ میں قرآن پڑھتا ہوں۔

اس حدیث کو پڑھ کر نتیجہ اخذ کرنا قارئین کے لئے آسان ہوگا۔اور کچھ یہ ہی حال جناب مرزا صاحب کا ہے لوگوں کو قرآن کے نام لے کر بہکار ہے ہیں۔

ابن العربی المالکی لکھتے ہیں: اور کبھی بعض لوگ بلا علم خود کو عالم گردانتے لگتے ہیں (جیسا کہ مرزا صاحب) اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر ایسا غیر عالم شخص تاویلاتِ فاسدہ کے ذریعے اپنی خطا (غلطی) کو لوگوں پر مسلط کرتا ہے۔[عارضۃ الاحوذی ج ۶ ص ۶۸]

یہ حال کچھ مرزا صاحب ہے کہ وہ اپنی زبان میں تراجم قرآن پڑھ کر اپنی سمجھ کے مطابق آیات قرآنی کے معنی اور مطلب معین کرتے ہیں اور انہیں تقریر اور تحریر کے ذریعے پھیلا رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں نئے فرقہ معرض وجود میں آ رہے ہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان کی تحریک مسلکی تعصب سے پاک ہے۔ مگر مرزا صاحب بزعم خویش لوگوں کو قرآن کی دعوت دیتے ہیں اور خوارج کی طرح ان الحکم الا اللہ یعنی حکم صرف اللہ کا نعرہ لگا کر لوگوں کو نام نہاد توحید کی دعوت دیتے ہیں۔ جو شخص ان کی دعوت قبول کرتے تو وہ موحد ہے باقی لوگ مشرک، گمراہ یا قرآن کے مخالف۔

۳۔ مرزا صاحب نے اہل سنت کے رد میں وہ آیات بھی نقل کیں جو کفار اور مشرکین کی مذمت میں نازل ہوئیں۔ اور مرزا صاحب نے اس کو اہل سنت و جماعت پر چسپاں کیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شر سے محفوظ فرمائے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ أَبُو جَعْفَر الطَّبَرِيّ فِي كتاب تَهْذِيب الْآثَار لَهُ ثَنَا يُونُس ثَنَا ابْن وهب أَخْبرنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بكيرا حَدثهُ أَنه سَأَلَ نَافِعًا كَيفَ كَانَ رَأْي ابْن عمر فِي الحرورية قَالَ يراهم شرار خلق الله انْطَلقُوا إِلَى آيَات فِي الْكفَّار فجعلوها فِي الْمُؤمنِينَ

وَهَكَذَا ذكر ابْن عبد الْبر فِي الاستذكار أَن ابْن وهب رَوَاهُ فِي جَامعه وَبَين أَن بكيرا هُوَ ابْن عبد الله بن الْأَشَج وَإِسْنَاده صَحِيح۔

[تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری جلد ۵ ص ۲۵۹]

ترجمہ: یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ خوارج کو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے بدتر سمجھتے تھے اور فرمایا کہ وہ ان آیات کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں ان کو مومنین پر منطبق کرنے لگ گئے [اور انہیں کافر و مشرک کہا] اس روایت کی سند کو حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب تغلیق التعلیق ص 259 جلد 5 پر صحیح کہا ہے۔ اب انجینئر مرزا علی صاحب کی وہ تحریر ملاحظہ فرمائیں جس میں انھوں نے مشرکین کے بارے میں آیت کو مسلمانوں پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں: اللہ نے یہودیوں اور عیسائیوں کی گمراہی و بربادی کی سب سے بڑی وجہ کا ذکر یوں فرمایا ہے:

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۔ التوبۃ:31

ترجمہ آیت مبارک: ان (یہودی اور عیسائی) لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے درویش لوگوں اور علماء کو اپنا رب بنالیا ہے۔ [وحی چھوڑ کر اپنے بزرگوں کی مانتے ہیں۔] (اندھا دھند پیروی کا انجام ص:1، عنوان: یہود و نصاریٰ کی گمراہی کی بڑی وجہ)

<u>الجواب بعنوان الوهاب:</u>

جناب مرزا علی صاحب نے اس مقام پر آیت کو آدھا نقل کر کے خود یہودیوں والا طریقہ اختیار کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت کا اگلا حصہ متصل کچھ یوں ہے۔

وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ اور مسیح بن مریم کو، حالانکہ ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک خدا ایک الہٰ کی۔ کوئی اس کے سوا الہٰ نہیں وہ پاک ہے اس جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ جناب مرزا صاحب نے جو بریکٹ میں [وحی چھوڑ کر اپنے بزرگوں کی مانتے ہیں] یہ انکا دجل اور فریب ہے۔ کیونکہ اگر اس آیت سے مرزا صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ درویش لوگوں اور علماء کے اقوال کو بالمقابل وحی کے ماننا کفر ہے تو پھر حضرت عیسیٰؑ کی بات کو ماننا کیسے شرک اور کفر ہوا۔ مزید یہ کہ اس آیت میں آگے ان کی گمراہی کی وجہ بیان کی گ ء ی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں حکم ہوا تھا کہ وہ ایک خدا کو مانیں۔ مگر مشرکین اور یہود و نصاریٰ نے ان درویشوں اور علماء اور حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو خدا بنالیا تھا۔ ان ہستیوں کو خدا ماننے کی وجہ سے یہ لوگ گمراہ ہوءے نہ کہ مطلقاً ان کی باتوں کو ماننے کی وجہ سے گمراہ ہوئے۔ مرزا صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ پیغمبر خدا حضرت عیسیٰؑ کی بات ماننا تو عین اسلام تھا۔ مگر مرزا صاحب کی باطل تاویل کی وجہ سے تو پیغمبر خدا حضرت عیسیٰؑ کی بات ماننا بھی گمراہی ٹھہری۔ اللہ تعالیٰ ایسی سمجھ اور تاویلات فاسدہ سے محفوظ فرماءے۔ مزید یہ کہ آج تک کسی مسلمان کو یہ ہمت نہیں ہوئی کہ اللہ کے حکم کو چھوڑ کر کسی بھی بڑے سے بڑے عالم کی بات کو حجت سمجھتا ہو۔ یہ مرزا صاحب کی دجل و کذب بیانی ہے۔

"شمالی ہوا" پر تحقیقی جائزہ

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

علماء کا نظریہ: جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں یہ غزوہ احزاب کا واقعہ ہے رب عزوجل نے مدد فرمانی چاہی اپنے حبیب کی شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کر دے۔ اس نے کہا 'بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں تو اللہ تعالی نے اس کو بانجھ کر دیا اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا پھر صبا سے فرمایا تو اس نے عرض کیا ہم نے سنا اور اطاعت کی وہ گ ءی اور کفار کو برباد کرنا شروع کیا۔ [بریلوی: مولانا احمد رضا خان صاحب ملفوظات حصہ چہارم ص ۳۷۷ بک کارنر جہلم]

وحی کا نظریہ: إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ سورۃ یس: آیۃ 82

ترجمہ: اس اللہ کا حکم تو ایسا نافذ ہے کہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اتنا فرما دینا کافی ہے کہ ہو جا، تو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔

(اندھا دھند پیروی کا انجام ص: 1 رقم: 2)

الجواب بعنوان الوھاب: عرض یہ ہے کہ مرزا صاحب کا یہ اعتراض بغض اہل سنت اور انکی جہالت کا مرہون منت ہے۔ مذکورہ واقعہ کو مشہور محدث "صاحبِ مسند بزار" شیخ ابوبکر احمد ابن عمرو بن عبدالخالق (المتوفی ۲۹۲ھ) نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے۔ جیسا کہ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"روی ابن مردویه والبزار وغیر هما برجال الصحیح عن ابن عباس قال لما کانت لیلة الاحزاب قال الصبا للشمال اذهبی بنا ننصر رسول الله ا فقالت ان الحرائر لاتهب باللیل فغضب الله علیها فجعلها عقیما وارسل الصبا فاطفات نیرانهم وقطعت الحنابهم فقال ا نصرت بالصباء واهلکت عاد بالدبور"۔ (زرقانی شرح مواہب صفحہ نمبر ۱۲۱، ۱۲۲ مطبوعہ مصر، از علامہ محمد عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمۃ)

اس کے علاوہ اس واقعہ کو "صاحب سیرۃ حلبیہ" اور "صاحب مدارج النبوۃ" نے بھی نقل فرمایا ہے:

"و عن ابن عباس رضی الله عنهما قالت الصبا للشمال: اذهبی بنا ننصر رسول الله ا فقالت: ان الحرائر لاتهب باللیل، فغضب الله علیها فجعلها عقیما، ویقال لها الدبور، فکان نصره ا بالصباء وکان اهلاك عاد بالدبور، وهی الریح الغربیة"۔

(السیرۃ الحلبیہ صفحہ نمبر ۶۵۴، جلد ۲، مطبوعہ بیروت از علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ)

☆ ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب نکتہ بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ احزاب والی رات میں بادصباء نے بادِشمال سے کہا آؤ ہم دونوں رسول خدا (ﷺ) کی مدد کریں بادِشمال نے جواب میں بادِصبا سے کہا ان الحرۃ لاتسیر باللیل حرہ یعنی اصیل و آزاد عورت رات کو نہیں چلا کرتی۔ بادصباء نے کہا حق تعالیٰ تجھ پر غضب کرے۔ اور اسے عقیم یعنی بانجھ بنا دیا۔ تو جس ہوا نے اس رات رسول اللہ ﷺ کی مدد کی وہ بادِصبا تھی۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا میری مدد بادِصبا سے کی گئی اور قوم عاد دبور یعنی بادشمال سے ہلاک کی گئی۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۰۳ مطبوعہ کراچی از شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ)

یہی واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ معتبر کتب تفاسیر میں بھی موجود ہے۔

☆ تفسیر القرآن العظیم از حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ جلد ۳ صفحہ نمبر ۴۷۰ مطبوعہ لاہور، پاکستان

"عن عکرمه قال: قالت الجنوب للشمال لیلة الاحزاب انطلقی ننصر رسول الله ﷺ فقالت الشمال ان الحرة لاتسری باللیل قال فکانت الریح التی ارسلت علیهم الصبا"۔

☆ جامع البیان فی تفسیر القرآن از ابی جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ جلد ۱۱ صفحہ نمبر ۱۵۳ مطبوعہ بیروت، لبنان ۱۹۹۵ء۔

"حدثنا محمد بن المثنی قال ثنا عبد الاعلی قال ثنا داؤد عن عکرمہ قال قالت الجنوب للشمال لیلۃ الاحزاب انطلقی ننصر رسول اللہ ﷺ فقالت الشمال ان الحرۃ لاتسری باللیل قال فکانت الریح التی ارسلت علیھم الصبا"۔

☆ الجامع لاحکام القرآن از محمد بن احمد الانصاری القرطبی المتوفی ۶۶۸ھ صفحہ نمبر ۱۴۳ جز ۱۴ مطبوعہ بیروت۔

"قال عکرمة: قالت الجنوب للشمال لیلة الاحزاب: انطلقی نصرة النبی ا. فقالت الشمال: ان محوة لاتسری بلیل، فکانت الریح التی ارسلت علیهم الصبا"۔

یہی واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ معتبر کتب احادیث میں اسانید صحیحہ کے ساتھ بھی موجود ہے۔

عن عكرمةَ قالَ: لمَّا كانت ليلةُ الأحزابِ قالت الجنوبُ للشمالِ: انطلقي بنا نمدُّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم. فقالَت الشمالُ: إنَّ الحُرَّةَ لا تَسرِي بالليلِ، فكانَت الريحُ التي أُرسِلت عليهم الصَّبا.

عیون الاخبار (211/1 حدثنی زیاد بن یحیی)، و(المجالسة (۱۱۴۰) حدثنا زيد بن إسماعيل: حدثنا أبي،

كلاهما (زياد بن يحيى وإسماعيل) عن بشر بن المفضل، عن داود بن أبي هند، عن عكرمة .. (الایماء إلی زوائد الأمالی والاجزاء: ۲۱۶۰)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: »أَتَتِ الصَّبَا الشَّمَالُ لَيْلَةَ الْأَحْزَابِ، فَقَالَ: مُرِّي حَتَّى نَنْصُرَ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَالَتِ الشَّمَالُ: إِنَّ الْحُرَّةَ لَا تَسْرِي بِاللَّيْلِ، فَكَانَتِ الرِّيحُ الَّتِي نُصِرَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الصَّبَا«. رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ. [مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۱۰۱۵۱۸]

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، ثنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَتَتِ الصَّبَا الشَّمَالَ لَيْلَةَ الْأَحْزَابِ، فَقَالَتْ: مُرِّي حَتَّى نَنْصُرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتِ الشَّمَالُ: إِنَّ الْحُرَّةَ لَا تَسْرِي بِاللَّيْلِ، وَكَانَتِ الرِّيحُ الَّتِي نُصِرَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبَا. [کشف الاستار عن زوائد البزار: ۱۸۱۱]

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، نَا زَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبِي، عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ لَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْأَحْزَابِ قَالَتِ الْجَنُوبُ لِلشَّمَالِ: انْطَلِقِي بِنَا نمد رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتِ الشَّمَالُ: إِنَّ الْحُرَّةَ لَا تَسْرِي بِاللَّيْلِ. فَكَانَتِ الرِّيحُ الَّتِي أُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الصَّبَا [المجالسة وجواہر العلم: ۱۱۴۰]

اگر مذکورہ واقعہ نقل کرنے کی بنا پر فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ (نعوذ باللہ) گمراہ و بے دین ہیں تو مندرجہ ذیل علمائے سلف وخلف جنہوں نے اس واقعہ کو روایت اور نقل کیا ہے۔ جناب ان کے متعلق کیا حکم صادر فرمائیں گے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (م ۶۸ھ)۔

☆ حضرت ابوعبداللہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶ھ)۔

☆ حضرت ابوبکر بن موسیٰ بن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۱۶ھ)۔

☆ حضرت ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق صاحبِ مسند بزار (م ۲۹۲ھ)۔

☆ حضرت علامہ علی بن برہان الدین صاحبِ سیرۃ حلبیہ (م ۱۰۴۴ھ)۔

☆ حضرت علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۴ھ)۔

☆ حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ)۔

☆ حضرت علامہ ابن کثیر قرشی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ)۔

☆ حضرت علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۱۰ھ)۔

☆ حضرت علامہ محمد بن احمد قرطبی (م ۶۶۸ھ)۔

☆ ابن جوزی

☆ علامہ ہیثمیؒ

☆ امام بزارؒ

☆ امام الدینوریؒ

تشریح: ''فارسلنا علیھم ریحاً وجنودا لم تروھا''۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۹)

ترجمہ: ''تو ہم نے ان پر آندھی اور لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کافروں پر ہوا بھیجی۔ اور حدیث میں ہے کہ پروائی نے شمال سے کہا۔ چلو رسول خدا کی مدد کریں ان دونوں میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ حکم ربانی شمالی کو بھی ہوا مگر بذریعہ بادصبا یعنی اللہ تعالیٰ نے بادصبا کو حکم دیا کہ تم اور شمالی دونوں جاؤ اور میرے حبیب (ﷺ) کی مدد کرو۔ شمالی نے سرتابی کی، موردغضب ہوکر سزایاب ہوئی۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ بادشمالی کو حکم ربانی نہیں تو اسے موردغضب ٹھہرانے اور سزا دینے کی وجہ کیا تھی۔

توضیح مزید کیلئے یوں کہہ لیجئے۔ یہاں تین احتمالات ہیں:

اوّل: حکم ربانی دونوں میں کسی کو نہیں تھا۔ بادِصبا اپنی خوشی سے گئی تھی تو ''فارسلنا علیہم ریحاً'' فرمانا غلط ہوا۔

دوم: حکم ربانی صرف پروائی کو تھا اس نے اپنی طرف سے شمالی سے کہا تو شمالی پر غضب اور اس کو سزا بے قصور ہوئی اور یہ ظلم ہوا۔

سوم: حکم دونوں کو تھا ایک کو براہِ راست دوسرے کو بذریعہ صبا، بادِصبا نے تعمیل حکم کی اور سرخرو ہوئی۔ شمالی نے نافرمانی کی سزایاب ہوئی۔ یہی ہمارا مدعا۔ اسی واقعہ کو فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ملفوظات حصہ چہارم میں بیان فرمایا ہے۔

(تحقیقات، صفحہ نمبر ۱۳۷، ۱۳۸ مطبوعہ انڈیا از مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔ ''فغضب اللہ علیھا فجعلھا عقیماً''، یعنی اللہ تعالیٰ نے بادشمالی کو بانجھ کر دیا۔ بانجھ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ اس سے پانی نہیں برستا۔ سیرۃ حلبیہ صفحہ نمبر ۶۵۴، جلد ۲

☆ علامہ محمد احمد الانصاری القرطبی المتوفی ۶۶۸ھ فرماتے ہیں:

''قال عکرمۃ: قالت الجنوب للشمال لیلۃ الاحزاب: انطلقی لنصرۃ النبی ا، فقالت الشمال: ان محوۃ لاتسری بلیل، فکانت الریح التی ارسلت علیھم الصبا''۔ (الجامع لاحکام القرآن صفحہ نمبر ۱۴۳ جز ۱۴ مطبوعہ بیروت)

حضرت عکرمہ ص نے فرمایا (جنگ) احزاب کی رات میں بادجنوب نے بادشمال سے کہا۔ کہ حضور ا کی مدد کیلئے چلو۔ بادِشمال نے جواب دیا کہ کنواری عورت رات کو نہیں چلتی۔ جو ہوا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کیلئے) بھیجی گئی وہ بادِصبا تھی۔

حاشیہ تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں لفظ ''محوۃ'' کے تحت منقول ہے۔

محوۃ: من اسماء الشمال۔ "لانہا تمحو السحاب وتذہب بہا"۔(الجامع لاحکام القرآن صفحہ نمبر ۱۴۳ جلد ۱۴ حاشیہ نمبر ۱)

ترجمہ: (محوۃ) بادشمالی کے اسماء میں سے ایک نام ہے۔

(وجہ تسمیہ) کیونکہ وہ بادلوں کو زائل کرتی ہے اور انہیں لے جاتی ہے۔یعنی اس سے بارش نہیں ہوتی۔

یہ واقعہ مدینہ منورہ عرب شریف کا ہے۔عربوں سے پوچھ لو۔وہاں بادشمالی سے پانی کبھی نہیں برستا۔ہندوستان پر عرب کو قیاس کرنا سراسر باطل ہے۔

فاضل بریلوی پر الزام کی حقیقت:

مذکورہ واقعہ سے خداوند قدوس کی "بے اختیاری ثابت کرنا" عقل وفہم کا قصور اور جہالت وحماقت کے سوا کچھ نہیں۔

تعمیل حکم نہ کرنے اور حکم نہ چلنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔حکم نہ چلنا حاکم کے عجز کی دلیل ہے اور کسی سرکش کا تعمیل حکم نہ کرنا اور تمرد ونافرمانی کی سزا پانا عجز کی دلیل نہیں۔بلکہ حاکم کے قادر ہونے کی دلیل ہے۔یہاں دوسری صورت ہے پہلی صورت نہیں۔

قارئین کرام!غور کریں:

☆ اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر اس نے سجدہ نہیں کیا یہ شیطان کی سرکشی ونافرمانی ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ شیطان نے نافرمانی کی۔یہ تعبیر غلط ہے کہ شیطان پر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ چلا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو حکم دیا کہ ایمان لاؤ اکثر نے نافرمانی کی۔اس کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اکثر نے نافرمانی کی یہ تعبیر غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں چلا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اوامر شرعیہ کی پابندی کرو نواہی سے بچو۔اکثر نے نافرمانی کی۔ اس کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اکثر نے نافرمانی کی۔یہ تعبیر غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں چلا۔

☆ اسی طرح بادِشمال کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ کافروں کو نیست ونابود کر۔اس نے نافرمانی کی۔اس کی بھی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اس نے تعمیل حکم نہیں کی نافرمانی کی۔اس کو بدل کر یوں کہنا کہ اس سے لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بادِشمال پر نہ چلا اور نعوذ باللہ "خدا بے اختیار ہے"۔دنیائے صحافت کا بدترین جرم ہے۔(تحقیقات صفحہ نمبر ۱۴۰)

ثانیا:اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ حیوانات،نباتات اور جمادات میں مادۂ معصیت پائے جانے اور اس کی وجہ سے سزا یاب ہونے کے متعلق ذکر کیا ہے،اگر انسانوں اور جنوں کے علاوہ اور کوئی چیز کسی بات کی مکلف نہیں تھی تو اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یہ کیوں ارشاد فرمایا:{و ما من دابۃ فی الأرض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شیء ثم الی ربہم یحشرون}[الأنعام: ۳۹]

زمین میں جتنے جانور اور دو بازؤوں سے اڑنے والے پرندے ہیں سب تمہاری طرح مخلوق ہیں(جن کے انواع کا حساب بھی انسان کی طاقت سے باہر ہے مگر)ہماری نوشت سے کوئی باہر نہیں پھر سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے[ترجمہ:ثناء اللہ امرتسری]۔

اس آیت کی تفسیر میں غیر مقلد وہابی محمد داؤد راز سلفی لکھتا ہے کہ:

"سلف میں سے ایک جماعت کے نزدیک دریائی وخشکی کے تمام چرند پرند الگ الگ امت ہیں ہر ایک کے واسطے جدا تسبیح وذکر ہے آیات واحادیث میں پتھروں وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت ہے آنحضرت صلعم [ﷺ] نے دو بکریوں کو لڑتے دیکھ کر ابوذر ؓ سے فرمایا تھا اے ابوذر تم جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں؟ ابوذر ؓ نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا لیکن اللہ خوب جانتا ہے اور قیامت میں دونوں کے درمیان انصاف کرے گا اور حضرت عثمان ؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے روز سینگوں والے سے بے سینگوں والے کا بھی قصاص دیا جائیگا رواہ ابن احمد فی مسند ابیہ اور مروی ہے کہ اللہ پاک ان کا فیصلہ کر کے فرمادیگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ اس حال کو دیکھ کر کافر تمنا کریں گے کہ کاش آج ہم بھی خاک ہو جاتے رواہ عبدالرزاق۔(ثنائی ترجمہ والا قرآن مجید ۱۵۸،حاشیہ:۳)

یہی لا مذہب داؤدراز لکھتا ہے کہ: ''یعنی مخلوق میں سے ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں حیوانات نباتات جمادات سب اس کے تسبیح خواں ہیں۔۔۔۔۔اللہ نے کسی مخلوق کو تسبیح اور نماز کے اقرار سے باقی نہیں چھوڑا ۔(ثنائی ترجمہ والاقرآن مجید، پارہ ۱۵،ص ۳۴۳ حاشیہ:۱)

ایک اور لا مذہب صلاح الدین یوسف اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ:

''ان آیات وصحیح احادیث سے واضح ہے کہ جمادات ونباتات کے اندر بھی ایک مخصوص قسم کا شعور موجود ہے جس کو ہم نہ سمجھ سکیں، مگر وہ اس شعور کی بنا پر اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔(احسن البیان، پارہ:۱۵،ص ۳۴۷)

مذکورہ بالا لا مذہبوں کے ترجمہ اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ ہر مخلوق کے لئے جدا جدا نماز اور ذکر وتسبیح مقرر ہے اور ہر مخلوق خواہ اس کا تعلق جمادات سے ہے یا نباتات سے اس میں ایک خاص قسم کا شعور بھی موجود ہے جس کی بنا پر وہ اللہ رب العالمین کی تسبیح ونماز ادا کرتی ہے۔

ہوا بھی مخلوقات میں شامل ہے، پس ہر مخلوق سے اس کو عطا کردہ شعور کے مطابق روز قیامت سوال ہوگا، جیسا کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

عن ابی هريرة في قوله عزوجل {أمم أمثالكم} قال: يحشر الخلق كلهم يوم القيمة البهائم والدواب والطير و كل شيء، فيبلغ من عدل الله أن يأخذ للجماء من القرناء، ثم يقول: كوني ترابا، فذلك يقول الكافر: {ياليتني كنت ترابا}

(أخرجه الحاكم في المستدرك، كتاب التفسير ج ٣ ص ٣٤٣ ح ٣٢٨٤، وقال: جعفر الجزري هذا هو ابن برقان، قد احتج به مسلم، وهو صحيح على شرطه ولم يخرجاه۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان { أمم أمثالکم } کی تفسیر میں فرمایا کہ: روز قیامت تمام مخلوقات کو جمع کیا جائے گا، چوپائے، جانور، پرندے اور دوسری تمام مخلوقات، پس اللہ تعالیٰ کا عدل ان تک پہنچے گا، پس ایسا جانور جس کے سینگ نہیں اس کے لئے وہ سینگ والے کو پکڑے گا پھر فرمائے گا کہ مٹی ہو جا، پس اس وقت کافر کہیں گے'' کاش میں بھی مٹی ہو جاتا''۔

پس حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اور مذکورہ بالا غیر مقلدین کی عبارات سے واضح ہو گیا کہ تمام مخلوقات کو ہمیں سمجھ نہ آنے والا شعور عطا کیا گیا ہے جس کی بنا پر ان میں اطاعت ومعصیت کا مادہ موجود ہے، پس اسی اطاعت ومعصیت کی وجہ سے روز قیامت ان کو اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا اور اسی کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ ہوگا، اگر وہ اس پر مکلف نہیں تو ان سے مؤاخذہ کیوں؟۔

اگر ہر لحاظ سے جن وانس کے علاوہ دوسری مخلوقات قوتِ اختیاری سے لاتعلق ہے تو ان سے کئے ہوئے اعمال پر مؤاخذہ ظلم ہے، کیا اللہ رب العالمین بغیر کسی نافرمانی کے ان کو سزا دے گا؟۔

ان وجوہات کی بنا پر نہ تو ''کن فیکون'' میں کچھ فرق واقع ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ رب العزت کے ذات میں کوئی عیب ظاہر ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو عطا کیا گیا ان کے احوال کے مطابق شعور ہی ان کی اطاعت ونافرمانی کا سبب ہے جس پر انہیں اللہ رب العالمین اپنی شان کے مطابق جزا وسزا دیتا ہے، اور دے گا۔

ثالثا: علیزئی بار بار اپنی تحریر میں لفظ ''انکار'' استعمال کر رہا ہے، کبھی لکھتا ہے کہ: ''تابعین کے اقوال کی بنیاد پر یہ دعوی کر رہے ہیں کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار کر دیا تھا''۔(الحدیث، شمارہ ۸۶ ص ۳۲) اور کبھی لکھتا ہے کہ: ''احمد رضا خان بریلوی کا یہ دعوی ہے کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانا ''۔(الحدیث شمارہ ۸۶ ص ۳۰) وغیرہما۔

حالانکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت میں لفظ ''انکار'' موجود نہیں بلکہ بادِشمالی کا جواب مذکور ہے کہ اس نے جواب دیا کہ: ''بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں'' جبکہ اس کے اسلاف وہمنواؤں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کا انکار کرنا لکھا ہے، ملاحظہ ہو:

اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ: {انا عرضنا الامانة علی السموات و الارض و الجبال فأبین أن یحملنها و أشفقن منها و حملها الانسان انه کان ظلوما جهولا} [الأحزاب: ۷۲]

''ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں پر زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا وہ بڑا ہی ظالم جاہل ہے۔

[ترجمہ: صلاح الدین یوسف]

اس آیت کی تفسیر میں یہی لا مذہب لکھتا ہے کہ: ''پیش کرنے کا مطلب کیا ہے؟ اور آسمان و زمین اور پہاڑوں نے کس طرح اس کا جواب دیا؟ اور انسانوں نے اسے کس وقت قبول کیا؟ اس کی پوری کیفیت نہ ہم جان سکتے ہیں نہ اسے بیان کر سکتے ہیں ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ نے اپنی ہر مخلوق میں ایک خاص قسم کا احساس و شعور رکھا ہے گو ہم اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں لیکن اللہ تعالی تو ان کی بات سمجھنے پر قادر ہے اس نے ضرور اس امانت کو ان پر پیش کیا ہو گا جسے قبول کرنے سے انہوں نے انکار کر دیا اور یہ انکار انہوں نے سرکشی و بغاوت کی بنا پر نہیں کیا بلکہ اس میں یہ خوف کارفرما تھا کہ اگر ہم اس امانت کے تقاضے پورے نہ کر سکے تو اس کی سخت سزا ہمیں بھگتنی ہو گی''۔ (تفسیر احسن البیان، ۵۶۰، دارالسلام)

اور اسی آیت کی تفسیر میں داؤد راز غیر مقلد لکھتا ہے کہ: فابین کا ولی اللّٰہی ترجمہ یہی ہے کہ انہوں نے انکار کر دیا مطابق رائے بیشتر مترجمین و مفسرین ترجیح اسی ترجمہ کو حاصل ہے۔ (ثنائی ترجمہ والا قرآن مجید، ۵۱۲، فاروقی کتب خانہ ملتان)

علیزئی جی! کیا آسمان و زمین اور پہاڑوں کا پیدا کرنے والا اللہ نہیں؟ کیا اسی نے ان کو مسخر نہیں کیا ہوا؟۔ اگر ان کے انکار کرنے کی تاویل خوف سے کی جا سکتی ہے تو بادِ شمالی کی تاویل بھی پہلی عمومی عادت کی وجہ ''بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں'' کہنا سے کی جا سکتی ہے۔

مگر جناب ہیں کہ صحیح روایت کی موجودگی میں بھی تعصب و عناد کا نشان بنے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کر رہے ہیں۔

انکارِ صریح اور جوابِ غیر صریح میں کتنا فرق ہے یہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے، جس کی ایک مثال قرآن مجید فرقان حمید میں انسان کی تخلیق کے حوالہ سے موجود ہے کہ اللہ رب العالمین نے فرشتوں سے فرمایا: {إني جاعل في الأرض خليفة قالوا أتجعل فيها من يفسد فيها و يسفك الدماء و نحن نسبح بحمدك و نقدس لك} [البقرة: ۳۰]

جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر (اپنا) ایک نائب بنانے کو ہوں (جو سب دنیا کی آبادی پر حکمرانی کرے) وہ بولے کیا آپ ایسے شخص کو نائب بناتے ہیں جو اس (زمین) میں فساد کرے اور خون بہائے اور اگر خلیفہ ہی بنانا منظور ہو تو ہم اس کے قابل ہیں اس لئے کہ) ہم تیری خوبیاں بیان کرتے ہیں اور تجھے پاکی سے یاد کرتے ہیں خدا نے کہا یقینا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''۔ [ترجمہ: ثنائی]

مزید وضاحت کی ضرورت نہیں جناب کے بزرگ کے ترجمہ میں موجود الفاظ ''اگر خلیفہ ہی بنانا منظور ہو تو ہم اس کے قابل ہیں'' سے بہت کچھ واضح ہو رہا ہے۔ جبکہ فرشتوں کے بارے میں واضح طور پر قرآن مجید فرقان حمید میں موجود ہے کہ: {و یفعلون ما یؤمرون} [النحل: ۵۰]

''اور جس بات کا ان کو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں''۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب اور انکی ہمنوا جماعت غیر مقلدین کا یہ اعتراض لغو اور باطل ہے۔

آقا ﷺ کا عرش اور فرش سے افضل ہونا پر تحقیق

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

علماء کا نظریہ 3: ذوالنون حضرت یونسؑ کا لقب ہے کیونکہ آپ کچھ روز مچھلی کے پیٹ میں رہے۔۔۔علماء فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کا پیٹ اللہ تعالیٰ کے عرش اعظم سے افضل ہے کہ ایک پیغمبر کا کچھ دن تجلی گاہ رہا۔ جب مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہو گیا تو حضرت آمنہ خاتون کا شکم پاک جس میں سیدنا الانبیاء ﷺ نو ماہ تک جلوہ افروز رہے وہ تو عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔[بریلوی: مفتی احمد یار نعیمی صاحب شرح مشکوۃ جلد سوم ص 357]

وحی کا نظریہ 3: إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ [-سورۃ الاعراف، آیت نمبر 54]

ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں، پھر عرش اعظم پر جلوہ افروز ہوا (جیسا کہ اسکی شان کے لائق ہے)

الجواب بعنوان الوھاب: عرض یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس آیت میں لفظ عرش سے کیا مراد لیا ہے، یہ انہوں نے نہیں لکھا۔ اگر الاستواء سے مراد عرش براجمان یا بیٹھنا ہے تو اہل سنت و جماعت اس عقیدے کے سخت خلاف ہے۔لہذا اول اختلاف تو استوی پر ہی قاءم ہے چاچ ء یکہ اس سے استدلال پیش کیا جا سکے۔

اس بارے میں محدث ہند الشاہ احمد رضا خان بریلویؒ نے جو اہل سنت کا مسلک بیان کیا ہے وہ ملاحظہ فرماءیں۔

اہلسنت کے دو مسلک آیاتِ متشابہات میں ہیں سلف صالح کا مسلک تفویض کا، ہم نہ ان کے معنی جانیں نہ ان سے بحث کریں جو کچھ ان کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے، وہ قطعاً مراد نہیں اور جو کچھ ان کے رب عزوجل کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ منّا بہ کل من عند ربنا ۔(القرآن الکریم ۳/ ۷) ہم سب اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔

دوسرا مسلک متاخرین کا کہ حفظ دین عوام کے لیے معنی محال سے پھیر کر کسی قریب معنی صحیح کی طرف لے جائیں، مثلاً استواء بمعنی استیلا بھی آتا ہے۔قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف ودم مهراق۔(تحقیق بشر عراق پر غالب آ گیا تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر)[فتاوی رضویہ جلد ۲۹ ص ۱۱۳]

لہذا ہمیں مرزا صاحب کے الاستواء کے مطلب سے اختلاف ہے اور اہل سنت کا جماعت ہم نے بیان کر دیا ہے۔

قرآن:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما ارسلنك الا رحمة للعلمين۔ اے محبوب! ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔(القرآن الکریم ۲۱/۱۰۷)

تفسیر:۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اس آیہ کریمہ کے تحت لکھا: لما کان رحمة للعالمین لزم ان یکون افضل من کل العلمین۔ قلت وادعاء التخصیص خروج عن الظاهر بلا دلیل وھو لا یجوز عند عاقل فضلا عن فاضل والله الهادی۔ جب حضور تمام عالم کے لیے رحمت ہیں واجب ہوا کہ تمام ماسوائے اللہ سے افضل ہوں۔ میں کہتا ہوں تخصیص کا دعوی کرنا ظاہر سے بلا دلیل خروج ہے اور وہ کسی عاقل کے نزدیک جائز نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل کے نزدیک۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا ہے۔(مفاتیح الغیب [التفسیر الکبیر] تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۶۵)

دوم یہ کہ محدثین اور علماء کرام نے واضح طور پر لکھا ہے کہ آقا دو جہاں ﷺ سے مس کرنے والا زمین کا حصہ ہر چیز سے افضل ہے حتی کہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔

محدثین کے اقوال:۔

محدث ابن عساکرؒ فرماتے ہیں۔ وقع الاجماع علی تفضیل ما ضم الاعضاء الشریفة حتی علی الکعبه۔ ترجمہ: اس بات پر اجماع ہے کہ جو حصہ جسم کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ ہر چیز سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ معظّمہ سے بھی افضل ہے۔[سبل الھدی والرشاد ج ۲ ص ۳۱۵]

محدث خفاجیؒ فرماتے ہیں: بل ھی افضل من السموات والعرش والکعبۃ ۔ بلکہ یہ (زمین کا حصہ جو نبی کریم ﷺ کے جسم کے ساتھ مس کیا ہوا ہے) آسمانوں عرش اور کعبہ سے بھی افضل ہے۔[نسیم الریاض شرح الشفاء ج ۳ ص ۵۳۱]

اس حوالہ پر اگر مرزا صاحب کی نفس مطمعن نہیں ہوتا تو ان ہی کے اکابر سے ابن قیم کا حوالہ سے ابن عقیل کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

إن أردت مجرد الحجرة فالكعبة أفضل وإن أردت وهو فيها فلا والله ولا العرش وحملته ولا جنه عدن ولا الأفلاك الدائرة لأن بالحجرة جسدا لو وزن بالكونين لرجح ۔

ترجمہ: اگر تمہاری مراد محض حجرہ نبوی ﷺ سے ہے تو کعبہ افضل ہے، گردش کرنے والے افلاک سے افضل ہے۔اس لیے کہ روضہ میں ایک ایسا جسد اطہر ہے کہ اگر دونوں جہانوں کے ساتھ بھی اسے تولا جاءے (وزن کیا جاءے) تو ہو بھاری رہے۔(بداءع الفواءد ج ۳ ص ۱۰۶۵)

اور مرزا صاحب کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ اس بات کو غیر مقلد عالم جناب داود غزنوی بھی بڑے مزے اور لطف لے کر بیان کرتے تھے ملاحظہ کریں سوانح داود غزنوی ص ۳۴۶۔جناب والا! اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ غیر مقلد عالم جناب داود غزنوی کے نام بھی گستاخوں میں شامل کرتے ہیں کہ نہیں یا پھر آپ کی دشمنی صرف اہل سنت کے ساتھ ہے۔

سوم: اگر مرزا صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہے اور اللہ تعالیٰ کے متمکن ہونے کی وجہ سے عرش افضل ہے تو پھر الزامی جواب عرض یہ ہے تابعی کبیر شاگرد صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آقا دو جہاں ﷺ کا عرش پر جلوہ افروز ہونے کہ روایت بھی آنکھ کھول کر ملاحظہ کرلیں۔

یجلسه علی العرش یعنی آپ ﷺ عرش پر رونق افروز ہوں گے۔(السنۃ لابن الخلال ج ۱ ص ۳۱۳ ۔ ۲۱۹)

اگر چہ اس اثر کی سند ضعیف ہے مگر محدثین نے اس کے متن کو قبول کیا ہے اور اس کو سنت سمجھا ہے۔جس کی تفضیل السنۃ ابن الخلال میں موجود ہے۔اس بات کو محدثین جن میں محدث ابو داود، امام محمد بن احمد، امام احمد ابن الصرم المزنی، محدث ابو بکر بن حماد المقری، محدث ابو جعفر الدقیقی، محدث عباس الدوری، محدث اسحق راھویہ، محدث عبدالوھاب الوراق، محدث حمدان بن علی، محدث ہارون بن معروف، محدث محمد بن اسماعیل اسلمی، محدث محمد بن معصب، محدث ابو العباس ہارون بن عباس الھاشمی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص حضرت مجاہد کے اس اثر کا انکار کرے وہ جہمی ہے۔لہذا مرزا صاحب نے جناب مفتی احمد یار خان نعیمیؒ پر جو الزام لگایا ہے یا تو اس سے توبہ کریں یا پھر ان محدثین کے اسماء بھی اپنے رسالہ میں باطل فرقہ میں درج کریں۔

مزید یہ کہ اب کچھ احادیث حسنہ اور صحیحہ بیان کی جاتی ہیں جس میں نبی کریم ﷺ کا قیامت کے دن عرش پر جلوہ افروز ہونا اور تمام مخلوقات [کرسی عرش، فرش] سے افضل ہونے کی صراحت ہے۔یہ یاد رہے کہ عرش اور کرسی اللہ کی مخلوق اور غیر خدا ہے۔لہذا نبی کریم ﷺ کا تمام مخلوقات سے افضل ہونے میں کرسی اور عرش بھی شامل ہے۔

آقا دو جہاں ﷺ کا عرش پر جلوہ افروز ہونا:

حدیث:۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انا اول من تنشق عنه الارض فاکسی حلة من حلل الجنة اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذلك المقام غیری۔(سنن الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۱ دار الفکر بیروت ۵ / ۳۵۲) میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لے جاؤں گا، پھر مجھے جنت کے جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا، میں عرش کی داہنی طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں تمام مخلوقِ الٰہی میں کسی کو بار نہ ہوگا۔اسکی سند کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔

حدیث:۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یکسی حلة من الجنة ۔۔ ۔۔۔لا یقوم لها البشر ۔ مجھے وہ بہشتی لباس پہنایا جائے گا کہ تمام بشر جس کی قدر و عظمت کے لائق نہ ہوں گے۔(الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ۲ / ۱۳۸)

آقاد و جہاں ﷺ کا تمام مخلوق سے افضل ہونا:

حدیث:۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: ان اکرم خلیقۃ اللہ علی اللہ ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مرتبہ ووجاہت والے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔[مستدرک حاکم ج ۴ ص ۶۱۲،رقم الحدیث:۸۶۹۸،علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں اس کو صحیح کہا ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے اتحاف المہرۃ،رقم الحدیث:۳۱۳ ۳ کتاب صفۃ الجنۃ]

امید ہے کہ مرزا صاحب کو وحی غیر متلو کو پڑھ کر اب کچھ سمجھ آ گئی ہوگی۔اوران احادیث کی روشنی میں وہ اپنے خانہ ساز مفہوم سے رجوع کر کے حق کو قبول کریں گئے۔

"یا جنید یا جنید" کا تحقیق جائزہ

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

علماء کا نظریہ: ایک مرتبہ حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے،بعد کو ایک شخص آیا،اسے پار جانے کی ضرورت تھی،کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی۔جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا۔عرض کی: میں کس طرح آؤں فرمایا: یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔جب بیچ دریا میں پہنچا۔شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا،کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں۔میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔پکارا: حضرت میں چلا،فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید جب کہا دریا سے پار ہوا۔عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی۔آپ اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔فرمایا: ارے نادان ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔[بریلوی: مولانا احمد رضا خان صاحب ملفوظات حصہ اول ص ۹۷ بک کارنر جہلم]

وحی کا فیصلہ: سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بیٹے تو اللہ کے احکام کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت فرماءے گا۔اللہ کے حقوق کا خیال رکھا تو اسے اپنے سامنے پاءے گا۔اذا سالت فاسال اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ۔(ترجمہ: جب تو سوال کرے تو صرف اللہ سے کرنا اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ ہی سے مدد طلب کرنا)اور جان لے کہ اگر پوری امت بھی جمع ہو کر تجھے کوءی فاءدہ پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکے گی مگر جو اللہ چاہے۔اور اگر پوری امت بھی جمع ہو کر تجھے نقصان پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سے گی مگر جو اللہ چاہے(تقدیر لکھنے کے بعد)قلم اٹھ گءے اور صحیفے خشک ہوگءے۔[نوٹ امام ترمذی نے اس کی سند کو حسن صحیح کہا ہے][جامع ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ حدیث نمبر:2516]

الجواب بعنوان الوھاب: عرض یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جو ملفوظات پر اعتراض کیا ہے وہ تحقیق کے خلاف ہے۔کیونکہ فتاوٰی رضویہ کے مقابل میں ملفوظات کے عبارت قابل قبول نہیں ہے۔خود مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خان ؒ نے ملفوظات میں اغلاط اور کاتب کے غلطیوں پر اظہار برہمی اور ناپسندیگی کا اظہار کیا ہے۔کیونکہ ناشرین ملفوظات چھاپ رہے ہیں مگر اس کی تصحیح کا کوءی اہتمام نہیں کیا گیا۔لہذا فتویٰ رضویہ جو کہ مدون ہے اس کے مقابلے میں ملفوظات کو وہ مقام حاصل نہیں جو کہ ایک مصنف کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوءی کتاب ہوتی ہے۔اور یہ یاد رہے کہ ملفوظات اعلیٰ حضرت انکی اپنی تصنیف نہیں بلکہ ان سے سنے ہوءے مساءل کو علماء نے وقتاً فوقتاً لکھا جس میں تغیر اور تبدیلی کے امکانات ہمیشہ رہتے ہیں۔لہذا اگر کوءی مسءلہ فتویٰ

رضویہ کے خلاف ملفوظات میں آ جاءے تو ہو مرجوع ہوگا۔لہذا ملفوظات پر اعتراض کرنا کوءی تحقیقی کام نہیں۔جبکہ اسی عبارت کے برعکس اعلیٰ حضرتؒ اپنے ملفوظات میں اس سوال کا جواب کچھ یوں دیتے ہیں۔

مسئلہ ۲۴۵: [ازشفاخانہ فرید پورڈاکخانہ خاص اسٹیشن پتمبر پور مسئولہ عظیم اللہ کمپونڈر ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جنید ایک بزرگ کامل تھے انہوں نے سفر کیا، راستے میں ایک دریا پڑا اس کو پار کرتے وقت ایک آدمی نے کہا کہ مجھ کو بھی دریا کے پار کردیجئے، تب ان بزرگ کامل نے کہا تم میرے پیچھے یا جنید یا جنید کہتے چلو اور میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا، درمیان میں وہ آدمی بھی اللہ اللہ کہنے لگا تب وہ ڈوبنے لگا، اس وقت ان بزرگ نے کہا کہ تو اللہ اللہ مت کہہ یا جنید یا جنید کہہ، تب اس آدمی نے یا جنید یا جنید کہا جب وہ نہیں ڈوبا۔یہ درست ہے یا نہیں؟ اور بزرگ کامل کے لئے کیا حکم ہے اور آدمی کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنو اتو جروا۔

<u>الجواب:</u> یہ غلط ہے کہ سفر میں دریا ملا بلکہ دجلہ ہی کے پار جانا تھا، اور یہ بھی زیادہ ہے کہ میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا، اور یہ محض افترا ہے کہ انہوں نے فرمایا تو اللہ اللہ مت کہہ۔ یا جنید کہنا خصوصاً حیات دنیاوی میں خصوصاً جبکہ پیش نظر موجود ہیں اسے کون منع کرسکتا ہے کہ آدمی کا حکم پوچھا جائے اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے حکم پوچھنا کمال بے ادبی وگستاخی ودریدہ دہنی ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔[فتاوی رضویہ جلد ۲۶ صفحہ ۴۳۵۔۴۳۶]

جب اعلیٰ حضرتؒ کا اس بات کی تردید میں فتویٰ موجود ہے تو پھر ان پر الزام جہالت کے سواء اور کچھ بھی نہیں۔

مزید یہ کہ اگر بالفرض یہ واقعہ ملفوظات میں مان بھی لیا جاءے تو کیا اس واقعہ کو نقل کرنے سے اعلیٰ حضرت قرآن وسنت کی مخالفت کرتے ہیں تو پھر جن بزرگ ہستی [حضرت جنید بغدادیؒ] کا یہ قول ہے ان کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہوگا۔ذرا ہوش سنبھال کر جواب دینا جناب۔ہوسکتا ہے کہ مرزا صاحب اپنی غصہ نکالنے کے لیے اس عزیم اور بابرکت ہستی پر کوءی اعتراض نہ کردے۔اس لیے محدثین سے ان کے بارے چند اقوال پیش خدمت ہیں۔

۱۔محدث ابی شھبہؒ لکھتے ہیں۔الاِمَام الْعلم فِي طَرِيقَة التصوف وَإِلَيْهِ الْمرجع فِي السلوك فِي زَمَانه وَبعده ۔[طبقات الشافعیہ ج ۱ ص ۷۶]

۲۔محدث سبکی الشافعیؒ لکھتے ہیں: سيد الطَّائِفَة ومقدم الْجَمَاعَة وَإِمَام أهل الْخِرْقَة وَشَيخ طَرِيقَة التصوف وَعلم الْأَوْلِيَاء فِي زَمَانه وبهلوان العارفين [طبقات الکبریٰ الشافعیہ ج ۲ ص ۲۶۰]

۳۔محدث ابن کثیر فرماتے ہیں: وهو الامام العالم في طريقة التصوف، وإليه المرجع في السلوك في زمانه وبعده. رحمه الله۔[طبقات الشافعین ج ۱ ص ۱۶۸]

۴۔محدث ابن المنادیؒ فرماتے ہیں۔سَمِعَ الكَثِيْرَ. وَشَاهَدَ الصَّالِحِيْنَ وَأَهْلَ المَعْرِفَةِ. وَرُزِقَ الذَّكَاءَ وَصَوَابَ الجَوَابِ.لَمْ يُرَ فِي زَمَانِهِ مِثْلُهُ فِي عِفَّةٍ وَعُزُوفٍ عَنِ الدُّنْيَا.[تاریخ بغداد: ۹: ۳۷۳]

۵۔محدث خطیب بغدادی فرماتے ہیں: وصار شيخ وقته، وفريد عصره في علم الأحوال والكلام عَلَى لسان الصوفية، وطريقة الوعظ، وله أخبار مشهورة وكرامات مأثورة.[تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۴۹]

۶۔علامہ الدوودی المالکی فرماتے ہیں: وكان شيخ وقته، وفريد عصره، وكلامه في الحقيقة مدون مشهور ۔[تاریخ المفسرین ج ۱ ص ۱۲۹]

۷۔محدث علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔كان شيخ العارفين وقُدوة السّائرين، وعَلَم الأولياء في زمانه، رحمه الله عليه.[تاریخ الاسلام ج ۶ ص ۹۲۴]

۸۔علامہ خلدیؒ فرماتے ہیں: لم نر في شيوخنا مَن اجتمع له علمٌ وحالٌ غير الْجُنَيْد، كانت له حالٌ خطيرة وعلمٌ غزير ۔[تاریخ الاسلام ج ۶ ص ۹۲۶]

۹۔محدث سمعانیؒ لکھتےھیں۔وصار شيخ وقته، وفريد عصره، في علم الاحوال، والكلام على لسان الصوفية، وطريقة الوعظ ۔[الانساب ج ۴ ص ۵۵۶]

۱۰۔علامہ ابن قنفذ (۸۰۹ھ) لکھتے ہیں۔إمام الطائفة الصوفية أبو القاسم الجنيد البغدادي نفعنا الله تعالى ببركاته۔[الوفیات لابن قنفذ ج ۱ص ۱۹۶]

۱۱۔محدث سمعانیؒ لکھتےھیں۔وصار شيخ وقته، وفريد عصره في علم الاحوال، والكلام على لسان الصوفية، وطريقة الوعظ۔[الانساب ج ۴ ص ۵۵۶]

۱۲۔ایک غیر مقلد عالم غلام رسول قلعوی صاحب لکھتے ہیں کہ میرے عقیدے کے رو سے وہ [غیر مقلد عالم عبداللہ غزنوی] جنید کے مثل اور حضرت بایزید کی مانند ہیں۔[تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص ۴۵۱۔۴۵۲]

ان حوالہ جات کے بعد اگر کسی میں اعتراض کی جرات ہے تو کر کے دیکھ لے۔انشاءاللہ اس کا بھی جواب دیا جاءے گا۔اگر اس کے بعد بھی اعلیٰ حضرتؒ پر کوءی اعتراض کرے تو اس کو شرم وحیا سے کوءی واسطہ نہیں۔کیونکہ محدثین نے تو حضرت جنید بغدادیؒ کی زبردست توثیق یا تعریف کی ہے اگر اعتراض کرنا ہے تو پھر ان محدثین کرام پر کیجئے۔

الزامی جواب: مزید عرض یہ ہے کہ مرزا صاحب کو صرف اکابر اہل سنت ہی ملے ہیں اعتراض کرنے کے لیے اور اس کے برعکس وہ یہ کہتے ہوءے نہیں تھکتے کہ وہ تمام مکاتب فکر سے اختلاف رکھتے ہیں۔مگر انھوں نے اپنے پورے پوسٹر میں ایک جگہ بھی غیر مقلدین کے خلاف نہیں لکھا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب غیر مقلدین حضرات کے بغل بچے ہیں۔اگر مرزا صاحب میں دم خم ہے تو پھر گمراہی کا فتویٰ ذرا غیر مقلدین کے جید عالم جناب مولانا غلام رسول قلعہ میاں سنگھ پر بھی لاگو کر کے بتاءیں۔

قارءین کرام! اب ذرا مولانا غلام رسول قلعہ میاں سنگھ صاحب غیر مقلد کی ایک کرامت ملاحظہ کریں۔

ایک دفعہ صدرالدین وسرفراز مالکان سدہ کمبوہ بمع حافظ غلام محمد صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوءے اور عرض کیا کہ ہمارے زمیں کا بہت سا حصہ دریا نے لے لیا ہے اور قریب ہے کہ ہماری تمام زمین دریا برد ہوجاءے۔دعا فرماءیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔تینوں صاحب دوروز قلعہ میاں سنگھ میں رہے۔وقت رخصت مولوی صاحب نے فرمایا کہ دریا کے کنارے پر کھڑے ہوکر باواز بلند کہنا۔یا ملاءکۃ اللہ السلام علیکم من غلام رسول قلعہ والا اور سورہ یسین تین روز پڑھنا، تینوں شخص کا بیان ہے کہ جب ہم نے دریا کے کنارے پر کھڑے ہوکر حسب فرمان مولانا صاحب کا سلام پہنچایا ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے دریا ہٹنا شروع ہوگیا اور طغیانی بالکل جاتی رہی۔ہم حیرانی سے دیکھتے رہے دریا کا یک لخت ہٹنا شروع ہونا بڑا تعجب خیز امر تھا۔سورہ یسین پڑھنے سے دریا بالکل ہٹ گیا اور اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔[سوانح حیات غلام رسول ص ۱۱۵]

میرے خیال میں اس واقعے کو لکھنے کے بعد مجھے کسی قسم کی تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔کیونکہ ان کے حالات لکھنے والے خود غیر مقلد جناب اسحاق بھٹی صاحب ہیں۔

لفظ "شب باشی" کا تحقیق جائزہ

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

علماء کا نظریہ: بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں: ''کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں''۔[اندھا دھند پیروی کا انجام ص4 رقم:16]

وحی کا فیصلہ: النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۔[سورۃ الاحزاب آیت:٦]

الجواب بعنوان الوهاب:

اولاً: صاحبِ عقل وشعور اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی قول نقل کرے یا کسی کے قول کو بیان کرے تو اس کی ذمہ داری صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ جس سے نقل کر رہا ہے یا بیان کر رہا ہے اس سے ثابت کر دے۔ اگر وہ ثابت کر دے تو اس قول کی وجہ سے کوئی بھی دیانتدار اسے ملامت نہیں کرے گا کیونکہ اس کا کام صرف نقل دکھانا یا جس سے وہ بیان کر رہا ہے اس کا ثبوت فراہم کرنا ہے

جیسا کہ غیر مقلدین کے نواب صدیق حسن بھوپالوی صاحب کے صاحبزادے علی حسن صدیقی نے لکھا کہ: ''ناقل کا کام ہے کہ نقل دکھا دے''۔(معاصر صدیقی ۴/۱۷۸)

البتہ بعض مقامات پر سکوت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے لیکن عمومی اعتبار سے گفتگو میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، خاص کر جب کسی موضوع پر گفتگو کی جا رہی ہو اور نفس مسئلہ دلائل سے ثابت ہو تو اس کے متعلق کسی کا قول بیان کر دینا اور کہنا کہ فلاں نے یہ بھی کہا ہے یہ متکلم کے لئے قابل گرفت امر نہیں۔

مگر کیا کہا جائے ان مصنفین اور واعظین کو جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ''ملفوظات'' کی اس عبارت کو خود پڑھ کر یا سن کر عوام الناس میں جہالت، تعصب، عناد، ہٹ دھرمی، حسد یا اپنے دل کی کجی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کی طرف اسے منسوب کر کے عوام اور سادہ لوح لوگوں کو آپ سے متنفر کرنے کی سعئ لاحاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں، یہ خیال بھی نہیں کرتے کہ ہم فریب، دھوکہ، الزام یا بد دیانتی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

ثانیاً: ان مصنفین اور واعظین کو چاہیئے تو یہ تھا کہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی طرف رخ کرتے اور اس بات کو ان کی تصانیف میں تلاش کرتے، اگر مل جاتی تو اس کے بارے میں قرآن وحدیث کی طرف رخ کرتے ہوئے اس کی تحقیق کرتے کہ آیا یہ بات درست ہے یا تعلیماتِ اسلامیہ کے مخالف، پھر اپنے فہم وفراست کے لحاظ سے اختلاف کرتے یا اتفاق کرتے، مگر ان رٹے رٹائے الفاظ کے حاملین نے اس بات کو بوجھ سمجھتے ہوئے ان کا ذکر ہی نکال دیا اور جہالت کی آڑ میں یا جھوٹ کا سہارا لے کر دھوکہ وفریب کو اپناتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اپنی عاقبت کو خراب کرنے کے درپے ہو گئے بلکہ عوام کے ذہنوں میں بھی انتشار وافتراق کی چنگاریاں جلا دیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ذاتی قول نہیں، بلکہ انہوں نے واضح فرمایا کہ ''سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں'' اس میں قطعا کوئی شک نہیں کہ یہ قول علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ''شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية للعلامة القسطلانی جلد ٨ صفحه ٣٥٨، دار الكتب العلمية بيروت لبنان. الطبعة الأولى ١٤١٧ هـ۔ ١٩٩٦ء''میں موجود ہے اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ یہ قول خود اپنی طرف سے بیان نہیں کر رہے بلکہ ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کر رہے ہیں، الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

"قال ابن عقيل الحنبلي: ويضاجع أزواجه ويستمتع بهن أكمل من الدنيا، وحلف ذلك، وهو ظاهر ولا مانع منه"۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے بارے میں غیر مقلدین کے عصر حاضر کے محدث ومحقق ارشاد الحق اثری فیصل آبادی نے دیوبندیوں کے محدث و محقق سرفراز خان صفدر کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اسی طرح علامہ محمد بن عبدالباقیؒ الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ بھی بلند پایہ محدث ہیں، ان کی موطا کی شرح چار جلدوں میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے علامہ الکتانی نے انہیں ''محدث الدیار المصریہ'' کے الفاظ سے یاد کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے تلامذہ وغیرہ انہیں **خاتمۃ الحفاظ** اور **خاتمۃ المحدثین** کہتے تھے، بلکہ الشہاب المرجانی نے انہیں مالکیہ کے ۱۱ ہجری کے مجددین میں شمار کیا ہے۔ علامہ کتانی فرماتے ہیں بلا شبہ وہ اپنے آثار علمیہ کی بناء پر اسی منصب کے لائق ہیں (فہرس الفہارس: ص ۴۵۶، ۴۵۷ ج ۱) بتلایئے اگر یہ بھی محقق نہیں تو اور کون ہے جسے محققین میں شمار کیا جائے؟۔ خود مولانا صفدر صاحب علامہ زرقانیؒ پر تساہل کے الزام کے جواب میں جو کہ شرح المواہب ہی کے حوالہ کے بارے میں، لکھتے ہیں: ''بلا شبہ امام سیوطیؒ متساہل تھے لیکن علامہ نورالدین ہیثمیؒ اور علامہ زرقانیؒ کا تساہل ثابت نہیں اور بلا حوالہ اور بدون دلیل ان حضرات کا تساہل غیر مسلم ہے'' (تسکین الصدور: ص ۲۴۲)۔

(مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں، ص ۵۷، ۶۷، ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد)

علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت جب غیر مقلدین کے عصر حاضر کے محدث و محقق کے نزدیک نہ صرف اہل علم میں سے ہیں بلکہ ایک بلند پایہ محدث و محقق ہیں اور دیوبندیوں کے ماضی قریب کے امام و محدث کے نزدیک وہ متساہل بھی نہیں، خاص کر جب وہ حوالہ ذکر کریں تو مسلم ہیں۔

پس اگر اپنی اسی کتاب، جس کا مذکورہ بالا عبارت میں ذکر ہوا ہے، میں بلا تردید لکھی ہے تو ان پر کوئی الزام نہیں اور نہ ہی وہ اس بات کو لکھنے کی وجہ سے موردِ الزام قرار پاتے ہیں، تو اگر انہی سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حکایتاً نقل کر دی تو اس کی وجہ سے آپ کو قابل گردن زدنی کیوں قرار دیا جا رہا ہے! کیا یہ عدل وانصاف، صداقت وامانت ہے؟۔

ہماری پیچھے بیان کردہ گفتگو کے پیش نظر اگر کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر وہ مصنفین اور واعظین علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہ کرنے کی وجہ سے موردِ الزام ہیں تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تو علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اسے منسوب کیا ہے جبکہ یہ قول ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ یہ قول بحیثیت شارح نقل کر رہے ہیں اور یہ قول علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ ایک عبارت کی شرح میں ذکر کر رہے ہیں اور جب کوئی شارح کسی بات کی شرح میں کوئی بات خواہ کسی سے نقل کر رہا ہو وہ اس کا اپنا مؤقف ہوتا ہے اگر وہ اس کی تردید نہ کرے تو، اور یہاں ایسا ہی ہے کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی ''طبقات'' کے حوالہ سے ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ کی بات کی شرح کرتے ہوئے علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو لائے ہیں اور اس کی انہوں نے کوئی تردید نہیں فرمائی، لہذا یہ ان کا مؤقف ٹھہرا گو کہ یہ اسے کسی اور سے نقل کر رہے ہیں، لہذا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ذکر نہ کرنا موردِ الزام نہیں کیونکہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت شارح اس قول کو بلا تردید نقل کر رہے ہیں تو ان کا اپنا نظریہ بھی یہی ہے، لہذا ان کی طرف منسوب کرنا بھی درست تھا، اس لیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ذکر کئے بغیر فرمایا کہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں۔

پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ پر رد کرنے کے نظریہ سے منسوب نہیں کیا بلکہ بحیثیت حکایت اس کو بیان فرمایا ہے، اور اہل ِعلم ودانش اس سے بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ کسی پر رد کرنے کے لئے کسی بات کو ذکر کرنا اور حکایت کے طور پر کسی کی طرف منسوب کرنے میں بھی بہت فرق ہے

۔

رابعاً: معترض مصنفین اور واعظین اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر عام طور پر دو طرح سے اعتراض کرتے ہیں، ایک تو یہ کہ دیکھو جی! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قبر میں ازواج مطہرات پیش ہوں، اور دوسرا یہ کہ دیکھو قبر میں شب باشی یہ گستاخی ہے۔

ان دونوں باتوں کے بارے میں اپنی علمی حیثیت جو اللہ عزوجل نے عطا فرمائی ہے، کے مطابق چند باتیں ذکر کرتا ہے، بحیثیت انسان میری فہم و فراست میں غلطی اور کوتاہی کا بھی امکان موجود ہے، اگر کوئی صاحبِ علم اس کی طرف رہنمائی کرے گا تو ان شاء اللہ العزیز بغیر کسی تمیز وتفریقِ مسلک حق کو تسلیم کیا جائے گا۔

اولاً: دنیاوی زندگی بسر کرنے کے بعد جو اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے اس کے ساتھ کسی حالت میں قبل از قیامِ قیامت اس کے اہلِ خانہ، اپنی بیویوں وغیرہ کی ملاقات ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟

حدیث نمبر (۱)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: اجتمعن نساء النبي ﷺ فلم تغادر منهن امرأة، فجاءت فاطمة كأن مشيتها مشية رسول اللہ ﷺ فقال: مرحبا بابنتي ثم أجلسها عن شماله، ثم انه أسر اليها حديثا، فبكت فاطمة، ثم انه سارها، فضحكت أيضا، فقلت لها: ما يبكيك؟ قالت: ما كنت لأفشي سر رسول اللہ ﷺ، فقلت: ما رأيت كاليوم فرحا أقرب من حزن، فقلت لها حين بكت: أخصك رسول اللہ ﷺ بحديث دوننا ثم تبكين؟ وسألتها عما قال، قالت: ما كنت لأفشي سر رسول اللہ ﷺ، حتى اذا قبض سألتها عما قال، فقالت: انه كان يحدثني أن جبرائيل كان يعارضه بالقرآن في كل عام مرة، وأنه عارضه به العام مرتين، ولا أراني الا قد حضر أجلي، وأنك أول أهلي لحوقا بي، ونعم السلف أنا لك فبكيت، ثم انه سارني فقال: ألا ترضين أن تكوني سيدة نساء المأمنين، أو نساء هذه الأمة؟ فضحكت لذلك۔

(أخرجہ مسلم فی الصحیح، کتاب الفضائل ص ۱۱۲۹ (۶۳۱۲)، وابن ماجہ، کتاب الجنائز، ۲۳۹ (۱۶۲۱) لفظ لہ، والنسائی فی السنن الکبری ۵ / ۹۶، وأحمد فی فضائل الصحابۃ ۱ / ۵۶، والدینوری فی المجالسۃ وجواھر العلم ۴ / ۲۰۷، وغیرہم۔ کلھم من طریق: فراس عن عامر عن مسروق عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عورتیں سب اکٹھی ہوئیں، کوئی ان میں سے باقی نہیں رہی (یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس حجرے میں مرض الموت میں) اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، ان کی چال بعینہٖ آنحضرت ﷺ کی چال تھی، آپؐ نے فرمایا، مرحبا میری بیٹی، پھر ان کو بٹھایا اپنی بائیں طرف بعد اس کے چپکے سے ایک بات ان سے فرمائی، تو وہ رونے لگی، پھر چپکے سے ایک بات ان سے فرمائی، تو وہ ہنسنے لگیں، میں نے ان سے کہا، تم کیوں روئیں، انہوں نے کہا میں آنحضرت ﷺ کا بھید کھولنے والی نہیں۔ میں نے کہا آج کا سا دن میں نے نہیں دیکھا جس میں خوشی ہے لیکن رنج سے ملی ہوئی (خوشی تو یہ کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی بشارت حضرت فاطمہ کو دی جب تو وہ ہنسیں اور رنج یہ کہ آپ کی بیماری کا صدمہ دوسرے یہ راز معلوم نہ ہوا) میں نے حضرت فاطمہ سے کہا جب وہ روئیں، آنحضرت ﷺ نے کوئی خاص بات تم سے فرمائی جو اپنی بی بیوں سے نہیں کہی پھر بھی تم روتی ہو، اور میں نے پوچھا آخر آپؐ نے کیا فرمایا، انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں آنحضرت ﷺ کا بھید فاش کرنے والی نہیں، خیر جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی تو میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ آپ نے اس روز کیا فرمایا تھا (دوسری روایت میں ہے کہ میں نے ان کو اپنے حق کی قسم دی) انہوں نے کہا پہلے آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال ایک بار مجھ سے قرآن شریف کا ورد کرتے تھے اب کے سال دو بار دور کیا، تو میں سمجھتا ہوں کہ میری موت کا وقت آ گیا ہے اور تم سب میرے عزیزوں سے مجھ کو پہلے ملو گی، اور میں بہت عمدہ پیش خیمہ ہوں تمہارے لئے یہ سن کر میں روئی پھر آپؐ نے آہستہ سے مجھ کو فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو ہیں کہ مومنوں کی عورتوں کی یا اس امت کی عورتوں [کی] تم سردار ہوگی یہ سن کر میں ہنسی۔

(حاشیہ: دوسری روایت میں یوں ہے کہ جب آپؐ نے فرمایا میری وفات ہونے والی ہے تو میں روئی۔ پھر یہ فرمایا کہ تم سب سے پہلے مجھے ملو گی، تو میں ہنسی)

[ترجمہ وحاشیہ: وحید الزمان غیر مقلد]

اس بارے میں کئی اور روایات موجود ہیں جن کو مکمل نقل کرنا طوالت کا باعث بنے گا، لہذا ان میں سے اپنے مؤید الفاظ بمع طریق ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر (۲)

ومن طریق: عن أبي سلمة عن عائشة عن فاطمة رضی اللہ تعالی عنہما أن النبي ﷺ قال لها: أنت أول أهلي لحوقا بي فضحكت لذلك

۔(أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف ۱۲۷/۱۴، و ۱۲۹)۔

حدیث نمبر (۳)

ومن طریق عائشة بنت طلحه عن عائشة أم المؤمنین رضی اللّٰہ تعالی عنہا ۔۔۔انک لأول أهلي لحوقا بي۔۔۔الخ۔
(أخرجه ابن راهويه في مسنده ۸/۵ (۲۱۰۳)۔

حدیث نمبر (۴)

ومن طریق: یحییٰ بن عباد بن عبد اللّٰہ بن الزبیر عن أبیه عن عائشة۔۔۔فقال انک أول أهلي لحوقا بي، فضحکت۔۔۔الخ۔
(أخرجه الطبراني في الکبیر ۹/۳۷۵ (۱۸۴۶۹)۔

حدیث نمبر (۵)

و من طریق عکرمة عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما ۔۔۔فقال لها رسول الله ﷺ: لا تبکی فانك أول أهلي لحوقا لا حقا بي ۔۔۔۔ الخ۔(أخرجه الطبراني في الکبیر ۳۷۲، ۹/۳۷۱ (۱۸۴۶۰)، وأحمد في فضائل الصحابة ۲/۷۶۴، وأبو نعیم في الحلیة ۲/۴۰، وغیرهم۔

حدیث نمبر (۶)

و من طریق: محمد بن عبد الله بن عمرو بن عثمان أن فاطمة رضی الله تعالی عنها قالت: قال لی رسول الله ﷺ أنت أول أهلی لحوقا بی ۔۔۔الخ ۔ (أخرجه ابن شاهین فی جزء فضائل فاطمة ۲۱(۹) ۔

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے اپنی علالت کی حالت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا کہ میرے اہل خانہ میں سے سب سے پہلے تمہاری ملاقات میرے ساتھ ہوگی۔ اگر کسی کی ملاقات محال تھی تو نبی اکرم ﷺ نے سیدہ کو کیوں ارشاد فرمایا کہ تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی؟۔

پس معلوم ہوا کہ بعد از وصال اہل خانہ یا دوسرے لوگوں سے ملاقات قبل از قیامِ قیامت ناممکن ومحال نہیں بلکہ ہوتی ہیں، تبھی تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فرمایا اور انہوں نے بھی اظہار خوشی کرکے اس بات کو تسلیم کرلیا، جو ان کے اس نظریہ پر دلالت کرتا ہے کہ اس دنیا سے پردہ کرجانے والوں کی بھی ایک دوسرے سے ملاقاتیں ہوتی ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث نمبر (۷)

عن عائشة أن بعض أزواج النبی ﷺ قلن للنبی ﷺ أینا أسرع بك لحوقا؟ قال: أطولکن یدا، فأخذوا قصبة یذرعونها فکانت سودة أطولهن یدا، فعلمنا بعد أنما کانت طول یدها الصدقة، وکانت أسرعنا لحوقا به وکانت تحب الصدقة ۔

(صحیح بخاری، کتاب الزکاة، جزئ۲ ص ۱۱۰ (۱۴۲۰)، والتاریخ الأوسط ۲۷، ومسانید فراس المکتب ۸۱، وأحمد في مسنده ۶/۱۲۱، وابن حبان في الصحیح ۱۰۹، ۸/۱۰۸ (۳۳۱۵)، والنسائي في السنن، کتاب الزکاة، ۳/۷۴ (۲۵۴۳)، وفي السنن الکبری ۱/۳۷۹ (۲۳۳۳)، والبیهقي في دلائل النبوة ۶/۳۷۱، والخطیب في تاریخه ۴/۱۸۹، وابن سعد في طبقاته ۸/۲۶۹، وابن عساکر في الأربعین في مناقب أمهات المؤمنین ۹۶۔

کلهم من طریق: فراس عن الشعبي عن مسروق عن عائشة رضی اللّٰہ تعالی عنها۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بعض بیویوں نے حضرت ﷺ سے کہا کہ ہم میں سے آپ کے ساتھ جلد تر ملنے والی بیوی کون ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا جس کا ہاتھ زیادہ تر لمبا ہے سو آپ کی بیویوں نے کانے کا ایک ٹکڑا لیا اس حال میں کہ اپنے ہاتھ ناپتی تھیں سو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ٹھہرا جب حضرت ﷺ کے انتقال کے بعد زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ہم نے معلوم کیا کہ لمبے ہاتھ سے سخاوت مراد ہے اور ہم میں سے حضرت ﷺ کے ساتھ جلد تر ملنے والی زینب رضی اللہ عنہا تھی کہ وہ خیرات کرنے کو بہت دوست رکھتی تھی۔ [ترجمہ: ابوالحسن سیالکوٹی]

حدیث نمبر(۸) ومن طریق: اسماعیل عن الشعبی عن مسروق عن عائشة ...الخ، نحوه۔
(أخرجه ابی نعیم في تاریخ اصبهان ۲/۱۵۰، وابی الشیخ في طبقات المحدثین باصبهان (۳۲۸)، وغیرهما۔
حدیث نمبر(۹) ومن طریق مجالد عن الشعبي عن مسروق عن عائشة قالت: ....الخ، نحوه۔(أخرجه الطبراني في الأوسط ۱۵۰، ۷/۱۵۱(۷۲۲۲)۔
حدیث نمبر(۱۰) وعن الشعبی مرسلا ،نحوه، رواه البیهقي في الدلائل ۶ ۳۷۴۔
[نوٹ: قطع نظر اس کے کہ سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ازواجِ مطہرات میں سے حضرت سودہؓ یا حضرت زینبؓ میں سے کون ملیں، اس تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں مذکورہ بالا اور مندرجہ ذیل روایات وفتح الباری، عمدۃ القاری وغیرہما شروحاتِ صحیح بخاری]
اس بارے میں بھی کئی روایات موجود ہیں جن کو مکمل نقل کرنا طوالت کا باعث بنے گا، لہذا ان میں سے اپنے مؤید الفاظ بمع طریق ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:
حدیث نمبر(۱۱)

من طریق: طلحة بن یحیی بن طلحة عن عائشة بنت طلحة عن عائشة: ...أسرعكن لحاقا بی...الخ۔
(أخرجه مسلم في الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، ۱۱۳۰ (۲۲۶۶)، وابن حبان في الصحیح ۸/۱۰۸(۳۳۱۴)، و۱۵/۵۰، والبیهقي في الدلائل ۶/۳۷۴، وابن عبدالبر في الاستیعاب ۱۸۵۰، ۴/۱۸۴۹، وعبدالحق في الأحكام الشریعة الکبری ۴/۴۰۹، وغیرهم۔
حدیث نمبر(۱۲)

من طریق یحیی بن سعید عن عمرة عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت: قال رسول الله ﷺ لأزواجه أسرعكن لحوقا بی أطولكن یدا.....الخ۔
أخرجه الحاکم في المستدرک ۴/۲۵، وقال: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه۔ووافقه الذهبي في التلخیص۔ والبزار في مسنده ۱۸/۲۴۵، و۲۶۲، والشیباني في الاحاد والمثاني ۵/۲۵۳، والطبراني في الکبیر ۱۰/۱۷۲ (۱۹۹۲۷)، وأبو نعیم في الحلیة ۲/۵۴، وغیرهم۔
حدیث نمبر(۱۳)

وفی الباب عن عمر رضی الله تعالی عنه، رواه البزار في مسنده ۱/۳۶۰ (۲۴۱)، والطحاوي في شرح مشکل الآثار ۱/۲۰۱۔
حدیث نمبر(۱۴) وعن ابن عمر رضی اللّٰه تعالی عنه، رواه ابن سعد في طبقاته ۸/۱۰۸۔
مذکورہ بالا تمام روایات سے یہ بات اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ اس دنیا کی ظاہری حیات کے بعد اور روزِ قیامت سے پہلے اس دنیا سے پردہ کرنے والوں کے درمیان ملاقات ہونا ثابت ہے جس پر تعلیماتِ اسلامیہ میں نصوص موجود ہیں، اگر ظاہری حیات کے بعد قیامِ قیامت سے پہلے کسی کی کسی کے ساتھ ملاقات محال تھی تو نبی اکرم ﷺ کبھی بھی اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا اور اپنی ازواج مطہرات کو اس بات کا نہ فرماتے کہ تم میں سے فلاں سب سے پہلے مجھ سے ملے گی، آپ ﷺ کا فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کے ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ ﷺ سے واصل ولاحق ہو سکتی ہیں۔
دوسری کئی روایات جن میں دوسرے لوگوں کی بھی اس ظاہری دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ملاقات کا ثبوت ہے، کتب احادیث وسیر میں مثالیں موجود ہیں جن میں ایک سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ملاقات ہونے کے حوالے سے گزر چکی، پس ہم طوالت کے پیش نظر انہی پر اکتفا کرتے ہیں، یہی وہ بات ہے جس کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لفظوں میں امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یوں بیان کیا کہ:

''کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں''۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ عبارت میں اگلہ جملہ جس کو انتہائی غلط انداز میں بیان کر کے مفہوم غلط مراد لے کر لوگوں کو یہ باور کروایا جاتا ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کی گستاخی ہے اور اس جملہ میں سے لفظ ''شب باشی'' پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور بڑی ٹون کے ساتھ اس پر غلط انداز میں تبصرہ کیا جاتا ہے۔ہم سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ یہ لفظ کس زبان کے ہیں اور اہل زبان اس کے کیا معنی مراد لیتے ہیں۔

شب باشی کے لغوی معنی:

☆ شب باشی کا معنی رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

شب باشی: رات کا قیام، رات رہنا۔ (فیروز اللغات صفحہ نمبر ۷۶۰)

شب باشی: (مؤنث) رات گزارنا۔ (اردو لغت، صفحہ نمبر ۲۴۲ مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ لاہور، از مرزا مقبول احمد بدخشانی)

شب باش: رات گزارنے والا۔ (رائل اردو ڈکشنری صفحہ نمبر ۳۳۲)

اردو لغت کی مشہور معروف کتاب ''فیروز اللغات، ص ۸۶۳، مطبوع فیروز سنز لمیٹڈ لاہور'' میں ہے کہ: ''شب باشی (ف۔ا۔مث) رات کا قیام۔رات رہنا۔ یعنی یہ فارسی ہے، اسم، مونث ہے جس کا معنی رات بسر کرنا، رات رہنا، رات گزارنا ہیں۔

اب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ عبارت کو دیکھیں، جس کا معنی یہ بنتا ہے کہ ازواجِ مطہرات آپ ﷺ پر پیش کی جاتی ہیں، یعنی ملاقات ہوتی ہے اور آپ ﷺ ان کے ساتھ رات بسر کرتے ہیں۔

اب اس میں باعثِ اعتراض بات کون سی ہے، جب احادیثِ مبارکہ میں ملاقات ہونے پر دلیل موجود ہے تو پھر اس پر اعتراض یا تو کم علمی ہے یا صرف حسد، بغض اور عناد ہے۔اب اگر کوئی کہے کہ ٹھیک ہے ازواجِ مطہرات کے ساتھ ملاقات کو تو ہم تسلیم کرتے ہیں مگر رات بسر کرنا اس پر کون سے دلیل ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ملاقات کا ثبوت موجود ہے اور اس میں کسی وقت کی قید اور تخصیص بھی موجود نہیں تو رات بسر کرنے پر بھی اعتراض درست نہیں، یہ اعتراض تب پیدا کیا جا سکتا ہے جب مطلق کو مقید کرنے یا عموم میں تخصیص پیدا کرنے پر کوئی دلیل موجود ہو، جب اس بارے میں کوئی دلیل موجود نہیں تو یہ اعتراض کرنا خود اپنی جہالت کو ثابت کرنا ہے۔

وہ لوگ جو اس شب باشی کو غلط رنگ دے کر لوگوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کی مذموم سعی میں لگے رہتے ہیں ان کو پہلے اپنے گھروں کی خبر لینی چاہئے کہ ان کے اپنے علماء نے یہی لفظ کہاں کہاں استعمال کئے ہیں۔سب سے پہلے غیر مقلد قاضی اسلم سیف فیروز پوری کی ایک تحریر جس میں اس نے ''پاکستان میں عرب شیوخ کی تشریف آوری'' کو اپنا موضوع سخن بناتے ہوئے ان کی مختلف مقامات پر مختلف غیر مقلدین سے ملاقاتوں کا تذکرہ کیا ہے، اس میں وہ لکھتا ہے کہ:

''نماز عشاء کے بعد عرب شیوخ کا یہ وفد مولانا ثناء اللہ اور مولانا حافظ عبدالرحمن مدنی کی قیادت میں منصورہ میں میاں طفیل محمد، امیر جماعت اسلامی پاکستان کے پاس پہنچا اور میاں صاحب سے ان کے دفتر میں ایک لمبی نشت میں خوب تبادلۂ خیالات ہوا، مختلف مسائل پر شرح و بسط سے میاں صاحب سے گفتگو ہوئی ترجمانی کے فرائض جناب فیض الرحمن صاحب سرانجام دے رہے تھے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے وہاں سے فارغ ہو کر وفد ماڈل ٹاؤن پہنچا۔عرب شیوخ کی **شب باشی** کا انتظام۔۱۱۱۔ملتان روڈ پر کیا گیا تھا۔(ہفت روزہ الاسلام لاہور، ۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ)

اگر شب باشی کا ایک ہی معنی ہے جو وہ مصنفین و واعظین مراد لے کر واویلا کرتے ہیں تو انہیں پہلے اپنے بزرگوں سے سوال کرنا چاہئے تھا کہ ہم تو اعلیٰ حضرت پر اس کی وجہ سے اعتراض کر رہے ہیں، آپ بتائیں کہ آپ نے ان نجدی عرب شیوخ کی شب باشی کے لئے کیا کچھ انتظام کیا تھا؟۔

اور یہ بھی سوال کریں کہ ان کے نظریہ کے مطابق جو شب باشی کا معنی وہ مراد لے رہے ہیں اس کا انتظام کرنے والے ہمارے علاقائی پیشہ کے مطابق کیا بنتے

ہیں؟

اسی طرح غیر مقلد فیض عالم صدیقی نے اپنی کتاب ''صدیقۂ کائنات'' میں دو مقامات پر یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''آپ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا) اس خیال سے قافلہ کی **شب باشی** کے مقام پر بیٹھ جاتی ہیں کہ مجھے کوئی تلاش کرنے کیلئے ضرور آئے گا''۔ (صدیقہ کائنات ،ص ۱۱۷)

دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ:

''سب سے پہلے قابل توجہ بات یہ ہے کہ ازواجِ مطہراتؓ کے حجرات ساتھ ساتھ تھے اور پھر مسجد نبوی سے فارغ ہوکر نبی علیہ السلام کا اکثر یہ معمول تھا کہ چند لمحات کیلئے ہر زوجہ مطہرہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے۔ اور جہاں آپ ﷺ کی شب باشی کی باری ہوتی وہاں کچھ وقت کیلئے سب جمع ہو جاتیں۔ (صدیقہ کائنات ،ص ۱۵۰)

اسماعیل سلفی نے خود اپنے ''فتاوی'' میں یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''چنانچہ رات کے دھندلکے میں اسعد بن زرارہ تشریف لائے انہوں نے اپنا منہ لپیٹا ہوا تھا حضرتؐ نے فرمایا تم رات کو آئے ہو حالانکہ اپنے ہمسایہ قبیلہ کیساتھ تمہارے تعلقات کافی ناخوشگوار ہیں۔ اسعد نے فرمایا حضرت! جناب کی آمد کی خبر پا کر صورت حال کچھ بھی ہو مجھے خدمت گرامی میں پہنچنا تھا۔ چنانچہ حضرت اسعد بن زرارہؓ وہیں **شب باش** ہوئے اور صبح واپس چلے گئے۔ (فتاوی سلفیہ ص ۹۴)

اب اگر کوئی ان سے سوال کرے کہ اگر شب باشی کا مقصد صرف وہی ہے جو یہ مصنفین وواعظین لیتے ہیں تو کیا مجاہدین اسلام کا پورا لشکر جنگ سے واپسی پر جنگلوں میں یہی کام کرتا رہا؟۔

کیا رسول اللہ ﷺ ہر رات اسی حالت میں بسر فرماتے تھے؟

کیا حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جس رات حاضر ہوئے انہوں نے یہ رات اسی حالت میں بسر کی جب کہ نہ وہ ان کا اپنا علاقہ تھا اور نہ ہی ان کے ساتھ کوئی اہل خانہ میں سے موجود تھا؟۔

علماء دیوبند اور غیر مقلدین کی عبارات وتحریرات سے ایسی کئی عبارات وتحریرات پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ہم اختصار کے پیش نظر انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اگر کوئی علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے اسی بات کو ثابت کرنے پر بضد ہو تو بھی اس میں کسی قسم کی گستاخی یا اعتراض پیدا نہیں ہوتا، غیر مقلدین کے نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ اُخروی کے بارے میں آپ نے پیچھے ان کے نظریات پڑھے جن میں ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ اس وقت جنت میں زندہ ہیں، جیسا کہ غیر مقلدین کے عصر حاضر کے محقق ومحدث علیزئی نے لکھا ہے کہ:

''خلاصۃ التحقیق: اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں، وفات کے بعد آپ جنت میں زندہ ہیں آپ کی یہ زندگی اُخروی ہے، جسے برزخی زندگی بھی کہا جاتا ہے، یہ زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے''۔ (تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات جلد ۱ صفحہ ۲۶)

غیر مقلدین کے اس محقق ومحدث کے نزدیک آپ ﷺ جنت میں زندہ ہیں، پس جب جنت میں زندگی آپ ﷺ کو حاصل ہے تو جنت کی نعمتوں سے مستفیض ہونا قبل از قیامِ قیامت بھی ثابت ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی کئی احادیثِ مبارکہ اس پر دلیل ہیں، ہم صرف یہاں پر ایک کو نقل کرتے ہیں اور چند کی طرف اشارہ کرتے ہیں تاکہ واضح ہوجائے کہ جنت کی نعمتیں قیامت کے بعد دخول جنت سے پہلے بھی حاصل ہوتی ہیں اور ہوسکتی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں اپنی سند کے ساتھ عدی بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ: ''أنه سمع البراء رضى الله عنه قال: لما توفى ابراهيم عليه السلام قال رسول الله ﷺ: ان له مرضعا فى الجنة''۔

انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب ابراہیم علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے مر گئے تو آپؐ نے فرمایا: بہشت میں ان کے

لئے ایک دودھ پلانے والی ہے۔(صحیح بخاری شریف مترجم جلد ا صفحہ ۶۱۴، حدیث ۱۲۹۹، ترجمہ: وحید الزمان غیر مقلد)

"ان له مرضعا في الجنة" یہی وحید الزمان صاحب ابن ماجہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیان کردہ روایت کا یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ:

''جنت میں ان کو دودھ پلایا جاتا ہے کیونکہ ایامِ رضاعت پورے نہیں ہوئے تھے کہ ان کی وفات ہوئی''۔

عدی بن ثابت کے طریق سے اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مندرجہ ذیل محدثین نے بھی روایت کیا ہے:

(أخرجه البخاري في الصحيح جزء ۲ ص ۱۰۰ (۱۳۸۲)، وجزء ۴ ص ۱۱۹ (۳۲۵۵)، وجزء ۸ ص ۴۴ (۶۱۹۵)، والطيالسي في مسنده (۷۶۰)، وأحمد في مسنده ۴/ ۳۰۰، و۳۰۲، و۳۰۴، وابنه في فضائل الصحابة (۱۲۴۴)، وابن حبان في الصحيح ۱۵/ ۴۰۰ (۶۹۴۹)، وأبوبكر القطيعي في جزء الالف دينار (۲۴۳)، والحاكم في المستدرك ۴/ ۴۱، وأبونعيم في معرفة الصحابة ۱/ ۲۰۶، والبيهقي في البعث والنشور (۱۹۹) واثبات عذاب القبر (۶۱)، وابن عبد البر في الاستيعاب ۱/ ۵۸، وفي التمهيد ۱۸/ ۱۱۴، والبغوي في شرح السنة ۱۴/ ۱۱۵، وتهذيب الكمال ۱۱/ ۳۹۲، وابن تيمية في الأربعون التيمية ۱۱۶ (۴۱) وغيرهم۔

☆ ومن طريق: عامر الشعبي عن البراء رضي الله عنه، رواه ابن سعد في الطبقات ۱/ ۱۴۰، وابن ابي عاصم في الاحاد والمثاني ۵/ ۲۹۹ (۳۱۳۵)، وغيرهما۔

☆ ومن طريق: مسلم بن صبيح عن البراء رضي الله عنه، رواه ابن شبه في تاريخ المدينة ۱/ ۹۷، والروياني في مسنده ۱/ ۲۸۲ (۴۰۹)، وغيرهما۔

☆ ومن طريق: مسلم بن عمران عن البراء رضي الله تعالى عنه، رواه ابن سعد في الطبقات ۱/ ۱۴۱۔ وغيره۔

☆ ومن طريق: يزيد بن البراء عن أبيه رضي الله عنه، رواه ابن أبي عاصم في الاحاد والمثاني ۵/ ۳۰۰ (۳۱۳۶)، وغيره۔

یادرہے کہ اس بارے میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حسین بن علی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

پس جب یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اہل ایمان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے بھی جنت کی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے تو جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ اہل جنت کو ان کی جنتی بیویاں ملیں گی، جس پر قرآن مجید کی کئی آیاتِ مبارکہ دلیل ہیں، جن میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

آیت نمبر (۱)

{وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ}[البقرۃ:۲۵]

اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبریاں دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جب کبھی وہ پھلوں کا رزق دیئے جائیں گے اور ہم شکل لائے جائیں گے تو کہیں گے یہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے تھے اور ان کے لئے بیویاں ہیں صاف ستھری اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔[ترجمہ: محمد جونا گڑھی غیر مقلد]

آیت نمبر (۲)

{قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ}[آل عمران:۱۵]

آپ کہہ دیجئے کیا میں تمہیں اس سے بہت ہی بہتر چیز بتاؤں؟ تقوی والوں کے لئے ان کے رب تعالی کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے سب بندے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں۔[ترجمہ: محمد جونا گڑھی غیر مقلد]

آیت نمبر (۳)

{وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا لَهُمْ فِيْهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا}[النساء:۵۷]

اور جولوگ ایمان لائے اور شائستہ اعمال کئے ہم عنقریب انہیں ان جنتوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کے لئے وہاں صاف ستھری بیویاں ہوں گی اور ہم گھنی چھاؤں اور پوری راحت میں لے جائیں گے۔[ترجمہ: محمد جوناگڑھی غیر مقلد]

پس معلوم ہوا کہ اہل جنت کو پاک وصاف عورتیں دی جائیں گی جو حوروں کی شکل اور اس دنیا میں جو موجود تھیں ان میں سے نیک جنتی بیویاں اپنے نیک وجنتی شوہروں کے ساتھ ہوں گی اور وہ ان کے ساتھ اپنی خواہش کے مطابق ازدواجی تعلق بھی قائم کریں گے جس کے لئے انہیں اس دنیا کی طاقت سے سو گنا زیادہ طاقت عطا فرمائی جائے گی۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں موجود ہے، ملاحظہ ہو:

حدیث نمبر (۱)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

”یعطی المؤمن في الجنة قوة كذا وكذا من الجماع، قيل: يا رسول الله ﷺ أو يطيق ذلك؟ قال: يعطى قوة مائة“۔

(ترمذی ،ابواب صفة الجنة (۲۵۴۱)،وابن حبان فی الصحیح ۱۶ / ۴۱۳ (۷۴۰۰) ، والطیالسی فی مسندہ (۲۰۱۲)،والمقدسی فی المختارۃ ۳/ ۸۸ ، والطبرانی فی الأوسط ۳ /۲۵۱ (۲۵۳۸)،وابن أبي الدنیا فی صفة الجنة ۱۹۳ (۲۷۲)،وغیرہم۔ کلھم من طریق: عمران القطان عن قتادۃ عن أنس رضی اللہ تعالی عنہ۔

یعنی مومن کو جنت میں جماع کے لئے اتنی اتنی طاقت عطا کی جائے گی، عرض کیا گیا، کیا اس کی بھی طاقت دی جائے گی؟ فرمایا: اس لئے سو آدمیوں کی طاقت عطا فرمائی جائے گی۔

اور سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق میں تعدد ازواج کا بھی ذکر کیا گیا ہے بعض میں تیس اور بعض میں ستر بیویاں ذکر کی گئی ہیں، ملاحظہ فرمائیں: تفسیر یحییٰ بن سلام ۲ /۸۴۹، مسند البزار (۲۶۰۸)، ضعفاء العقیلی ۳ /۱۶۶، وغیرہم، لیکن ان میں کلام ہے۔

حدیث نمبر (۲)

عن زيد بن أرقم قال أتى النبي ﷺ رجل من اليهود. فقال: يا أبا القاسم ألست تزعم ان أهل الجنة يأكلون و يشربون فيها؟ فقال رسول الله ﷺ والذي نفسي بيده ان احدهم ليعطى قوة مئة رجل في المطعم والمشرب والشهوة والجماع ...

(أخرنہ ابن حبان فی الصحیح ۱۶ / ۴۴۳، ۴۴۴، وأحمد فی مسندہ ۴ /۳۶۷۔۳۷۱، والدارمی فی السنن ۲ /۴۳۱، والنسائی فی السنن الکبری ۶ / ۴۵۴، والطبرانی فی الأوسط ۲ /۴۳۱ (۱۷۴۳)،وفی الکبیر ۳ /۲۹۵۔۲۹۶ (۴۸۶۸،و۴۸۶۹،و۴۸۷۰،و۴۸۷۱)،والبیہقی فی البعث والنشور ۱۸۸ (۳۰۶)،وابن أبي الدنیا ۱۱۵ (۱۱۲)،وأبونعیم فی الحلیة ۷ /۳۶۶،وفی صفة الجنة (۳۵۰)،ابن المقری فی المعجم ۱۶۷۔۱۶۸ (۵۱۴)،وابن المبارک فی الزھد ۵۱۲،وابن السری فی الزھد ۱ / ۷۳،و۸۸)۔ کلھم من طریق: ثمامة بن عقبة عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس اہل یہود سے ایک آدمی آیا، پس اس نے کہا: اے ابو القاسم ﷺ کیا آپ کا یہ گمان نہیں کہ جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، بے شک ان میں سے ہر ایک کو کھانے، پینے، خواہشات اور مباشرت کے لئے سو آدمیوں کی قوت عطا کی جائے گی۔۔۔ الخ۔

اس باب میں اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں، اب ملاحظہ فرمائیں کہ جنت میں اہل جنت روازانہ سو کنواری عورتوں سے حقوق زوجیت ادا کریں گے، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معجم صغیر، اوسط اور کبیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ: ”قال: قلنا: يا رسول الله ﷺ نفضي الى نسائنا في الجنة؟ فقال: اي، والذي نفسي بيده، ان الرجل ليفضي في الغداة الواحدة الى مائة عذراء“۔

(أخرجہ الطبرانی فی الصغیر ۲ /۶۸ (۷۹۵)،وفی الأوسط ۱ /۴۰۶۔۴۰۷ (۷۲۲)،و۶ /۱۲۸ (۵۲۶۳)،وفی الکبیر ۱۱ /۱۰۵ (۱۷۵)،و۲ ۱۳ (۳۱۳)،و۳۲۰ (۱۳۰۵) وأبونعیم فی صفة الجنة (۳۹۷)، والدارقطنی فی العلل ۱۰ /۳۰، والدیلمی فی الفردوس ۴ /۳۷۴ (۷۰۸۵)، والبزار فی مسندہ ،کما فی کشف الاستار ۴ /۱۹۸ (۳۵۲۵)،

والخطیب فی تاریخہ ۱/۷۱ ۳)۔وقال الأ بانی فی السلسلۃ الصحیحۃ ۱/۶۴۱: قال المقدسی: قلت: ورجالہ عندی علی شرط الصحیح۔قلت: وھوکما قال فالسند صحیح ولا نعلم لہ علۃ۔

فرمایا: ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنی عورتوں سے جنت میں حقوق زوجیت پورے کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص ایک دن میں سو کنواری عورتوں سے حقوق زوجیت ادا کرے گا۔

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی روایت مروی ہے، ملاحظہ فرمائیں: "البعث والنشور، للبیہقی ۲۰۴۔۲۰۵(۳۵۵)، وصفۃ الجنۃ لابن أبی الدنیا ۱۹۲(۲۶۹)، وصفۃ الجنۃ لأ بی نعیم (۳۹۸)، والزھد لھناد بن السری ۱/۸۷(۸۸)، وغیرہم"۔

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اہل جنت کو جماع کی قوت وطاقت سو آدمی کے برابر عطا کی جائے گی اور اہل جنت اپنی بیویوں سے جماع بھی کریں گے،

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ واضح ہو گیا کہ اہل جنت قبل از قیام قیامت اپنی قبور میں بھی جنت کی نعمتوں سے سرفراز کیے جاتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے ساتھ ملاقات ہونا بھی ثابت ہے اور آپ ﷺ کی قبر انور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، جب یہ باتیں ثابت ہیں اور بقول علیزئی رسول اللہ ﷺ جنت میں زندہ ہیں تو جنت کی نعمتوں سے بھی مستفیض ہو رہے ہیں، پس اس پر اعتراض کر کے نازیبا قسم کے الفاظ استعمال کرنا نہ صرف تعلیماتِ اسلامیہ سے بے خبری ہے بلکہ جہالت کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے۔

پس ان لوگوں اپنی کم علمی کا ماتم کرنا چاہئے تھا، مگر انہوں نے عدل وانصاف کا خون کرتے ہوئے موردِ الزام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ٹھہرادیا، {اِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی}۔

غوث بغیر زمین و آسمان کا تحقیق جائزہ

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

علماء کا نظریہ: عرض: غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے۔ ارشاد: بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ (بریلوی: مولانا احمد رضا خان صاحب ملفوظات صفحہ ۱۰۶ بک کارنر جہلم)

وحی کا فیصلہ: إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا.

ترجمہ آیت مبارکہ: بے شک اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل نہ جاءیں۔ اور اگر وہ ٹل جاءیں تو پھر اللہ کے سواء کوءی بھی ایسا نہیں کہ ان کو تھام سکے۔ بے وہ برداشت کرنے والا معاف کرنے والا ہے۔ [سورۃ الفاطر، آیت نمبر 41]

الجواب بعنوان الوھاب:

عرض یہ ہے کہ ہم اس آیت کو دل وجان سے قبول کرتے اور مانتے ہیں۔ اور اس کے مضمون میں کسی کو، رتی بھر شک نہیں۔ مگر اختلاف یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا اور آسمان کا نظم وضبط کسی سبب کے تحت کیا ہے یا بغیر سبب کے؟ اور کیا یہ آیت عام ہے یا اس میں کسی ذات اور شخصیت کی تخصیص بھی ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے: فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا. یعنی قسم ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبار دنیا ان کی تدبیر سے ہے۔ [سورۃ النزعات، آیت: ۵]

اس آیت کے تحت مفسر صاحب کتاب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا کہ یہ مدابرات الامر ملاء کہ ہیں کہ ان کاموں پر مقرر ہیں جن کی کارواءی انہیں اللہ تعالیٰ نے بتاءی ہے۔ [معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۴۲]

مزید یہ کہ اگر اس دنیا اور عالم میں ہر کا بغیر سبب ہو رہا ہے تو قرآن اور سنت ایسے تمام عقاءد کا رد کرتا ہے۔

خود آقا ﷺ کی قدرت کاملہ کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری ؓ فرماتے ہیں۔

ان النبی ﷺ امر الشمس فتاخرت ساعۃ النھار۔ یعنی سید عالم ﷺ نے سورج کو حکم دیا کہ کچھ دیر نہ چلے تو سورج یکدم ٹھر گیا۔ [معجم الاوسط ج ۴ ص ۴۰۲، علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزواءد ۸ ص ۲۹۷ پر اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔] یہ یاد رہے کہ یہ واقعہ حضرت علیؓ کے لیے سورج کے لوٹنے کے علاوہ اور جدا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانؒ کے ارشاد کا مطلب واضح ہے کہ قیامت تک غوث (اولیاء کاملین کا ایک منصب) رہیں گے۔ انہیں کے وجود مسعود کی برکت سے زمین وآسمان قائم ہیں۔ بوقت قیامت ان کا وصال ہو جائے گا۔ اعلیٰ حضرتؒ کا فرمان تو عین حدیث سے ثابت ہے۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو پھر محدثین پر کریں جنھوں نے ایسی روایات نقل کیں۔ حیرت کی بات ہے کہ احادیث محدثین نقل کریں اور اعتراض اعلیٰ حضرت پر کیا جاءے؟ دراصل مرزا صاحب جیسے لوگ محدثین پر اعتراض کرنے کی ہمت تو نہیں رکھتے مگر اپنے جھوٹے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے امام احمد رضا خان بریلویؒ کی ذات گرامی پر اعتراض کے سواء ان کے پلے کچھ بھی نہیں۔ مرزا صاحب اگر ہمت ہے تو درج ذیل احادیث ملاحظہ کریں اور پھر محدثین پر بھی اعتراض کر کے اپنے دعویٰ کو ثابت کریں۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ، حَدَّثَنِي شُرَيْحٌ يَعْنِي ابْنَ عُبَيْدٍ، قَالَ: ذُكِرَ أَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَهُوَ بِالْعِرَاقِ، فَقَالُوا: الْعَنْهُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَ: لَا، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " الْأَبْدَالُ يَكُونُونَ بِالشَّامِ، وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا، كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ رَجُلًا، يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ، وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ، وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمِ الْعَذَابُ.

(مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۸۹۶، مجمع الزواءد ج ۱۰ ص ۶۲، الضیاء المختارہ ج ۲ ص ۱۱۰ رقم: ۴۸۴)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں جب ایک مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے۔ انہی کے

سبب مینہ دیا جاتا ہے، انہیں سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے، انہیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔

اسکا ایک قوی متابع خود الضیاء المختارہ رقم: ۴۸۶ پر بھی موجود ہے۔

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الْمُؤَيَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقْرِي الطُّوسِيُّ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَنَحْنُ نَسْمَعُ بنيسابور أَن أَبَا الْفُتُوح عبد الْوَهَّاب بْنَ شَاهِ بْنِ أَحْمَدَ الشَّاذيَاخِيَّ أَخْبَرَهُمْ قِرَاءَةً عَلَيْهِ أَنَا الشَّيْخُ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُكْرَمٍ أَنَا السَّيِّدُ أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ دَاوُدَ أَنَا أَبُو حَامِدِ بْنُ الشَّرْقِيِّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الذُّهْلِيُّ ثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ ثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ عبد الله بْنِ صَفْوَانَ أَنَّ عَلِيًّا قَامَ بِصِفِّينَ وَأَهْلُ الْعِرَاقِ يَسُبُّونَ أَهْلَ الشَّامِ فَقَالَ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ لَا تَسُبُّوا أَهْلَ الشَّامِ جَمًّا غَفِيرًا فَإِنَّ فِيهِمْ رِجَالا كَارِهِينَ لِمَا تَرَوْنَ وَإِنَّهُ بِالشَّام يكون الأبدال ۔(إِسْنَاده صَحِيح)

حدیث: فرماتے ہیں: صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :الابدال فی امتی ثلثون بھم تقوم الارض وبھم تمطرون وبھم تنصرون۔ -

ابدال میری امت میں تیس ہیں انہیں سے زمین قائم ہے انہیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے۔انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

[مجمع الزوائد، باب ماجاء فی الابدال الخ دارالکتب بیروت ۱۰ / ۶۳ ،الجامع الصغیر بحوالہ الطبر انی عن عبادۃ بن الصامت حدیث ۳۰۳۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱ / ۱۸۲,امام مناوی نے فیض القدیر "1/168 پر اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

حدیث :[حدثنا سلیمان بن أحمد، ثنا أحمد بن داود المکی، ثنا ثابت بن عیاش الأحدب، ثنا أبو رجاء الکلیبی، ثنا الأعمش، عن زید بن وھب، عن ابن مسعود، قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : »لا یزال أربعون رجلا من أمتی قلوبھم علی قلب إبراھیم ، یدفع اللہ بھم عن أھل الأرض، یقال لھم الأبدال۔ [معرفتہ الصحابہ لابی نعیم الاصبھانی ،رقم الحدیث: ۱۱۷۳۰ المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۱۸۱ رقم الحدیث: ۱۰۳۹۰ مکتبۃ ابن تیمیۃ - القاھرۃ،حلیۃ الاولیاء ترجمہ زید بن وھب ۲۶۳ دارالکتاب العربی بیروت ۴ / ۱۳، ۴۰]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس مرد قیامت تک ہوا کریں گے جن سے اللہ تعالٰی زمین کی حفاظت لے گا جب ان میں کا ایک انتقال کرے گا اللہ تعالٰی اسکے بدلے دوسرا قائم فرمائیگا، اوروہ ساری زمین میں ہیں۔

اس روایت کو بھی محدثین کرام نے حسن قرار دیا ہے۔ان روایات کے علاوہ بہت ساری اسانید صحیحہ وحسنہ موجود ہیں جس سے ابدال یا اللہ کے ولی کے وجود مسعود کی وجہ سے اللہ تعالٰی زمین والوں پر بارش اوررزق کی فراوانی کرتے ہیں۔اگر مرزا صاحب میں دم خم ہے تو اس پر اعتراضات کریں انشاءاللہ ان کووہ جواب دیا جاءے گا کہ ان کو آءیندہ ایسی حرکت سے توبہ کرنی پڑے گی۔کیونکہ ان کا اسماءالرجال کے فن پر تمام تر انحصار غالی غیر مقلد زبیر علی زءی پر ہے۔اورہمیں ان کے تمام اعتراضات معلوم ہیں۔کیونکہ اس تحریر کی گنجاءش نہیں ہے وگرنہ ابدال کی احادیث پر مستقلاً ایک کتاب لکھنی پڑے گی۔لہذا مرزا صاحب راویوں پر اعتراض کرنے سے پہلے تمام اقوال کو دوبارہ سے پڑھ لیں۔مزید یہ کہ ابدال اور اللہ کے نیک لوگوں کے ذریعے رزق اور بارش کی روایات کا مفہوم تو متواتر احادیث سے منقول ہے۔

شاید مرزا صاحب علم حدیث سے نابلد ہیں کیونکہ ابدال کے علاوہ جمع کثیر ایسی روایات کی ہیں جن میں یہ صراحت موجود ہے کہ ضعیف لوگوں کی وجہ سے ہی اللہ تعالٰی کی مدد اوررزق ملتا ہے۔

حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: ھل تنصرون و ترزقون الا بضعفاء کم یعنی کیا تمھیں مدد اوررزق اپنے ضعیفوں کے علاوہ کسی اور سے ملتا ہے؟ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۰۵ کتاب الجھاد)

جناب مرزا صاحب! جب اللہ کی ضعیف مخلوق کی بدولت اوروسیلہ سے اللہ کی مخلوق کو رزق اور مدد ملتی ہے تو پھر تو اللہ کے اولیاء کے توسل اورواسطہ سے کیا کچھ نہیں ملتا ہوگا۔مرزا صاحب جن ہستیوں کے توسل سے کھاتے ہیں انھی کا انکار بھی کرتے ہیں۔اللہ تعالٰی ایسی ناشکری سے بچائے۔

☆ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محدث محاملی بغدادی (م ۳۳۰ھ) کے حالات میں لکھتے ہیں:

''محمد بن الحسین نے جو اس عہد کے بزرگ شخص ہیں۔ یہ بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے حق تعالیٰ اہل بغداد پر سے بطفیل و برکت محاملی رحمۃ اللہ علیہ بلا دفع کرتا ہے''۔بستان المحدثین (اردو) صفحہ نمبر ۱۲۲ مطبوعہ کراچی)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

لاتقوم الساعة حتی لایقال فی الارض الله الله"۔(صحیح ابن حبان:۶۸۴۹، مستخرج ابی عوانہ: ۲۹۴، مسند امام احمد بن حنبل: ۱۲۰۴۳، صحیح مسلم:۱۴۸)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نہ قائم ہوگی قیامت حتیٰ کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کہا جاوے گا۔

☆ حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''ان بقاء العالم ببرکة العلماء العاملین والعباد الصالحین وعموم المؤمنین ۔الخ''۔(مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۲۳۷ جلد ۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ عامل علماء وصالح بندوں اور عام مومنوں کی برکت سے جہاں باقی ہے۔

عرض یہ ہے کہ یہ یاد رہے کہ حدیث میں زمین کے قاءم رہنے کی شرط کو اللہ اللہ کہنے سے مشروط کیا ہے اور اللہ اللہ کا ورد ایک نیک شخص یا ولی اللہ ہی کرتا ہے ۔اور جب نیک بندے کے اللہ اللہ کہنے کی وجہ سے زمیں قاءم ہے تو پھر ابدال اور اولیاء کے وجود کی وجہ سے زمین اور آسمان کے قاءم رہنے کا قول کیسے غلط ہوسکتا ہے۔امید ہے کہ مرزا صاحب اپنی اس جہالت سے رجوع کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سرخرو ہوسکتے ہیں۔

مزید یہ ہے کہ غوث اعظم محبوب سبحانیؒ سے جو قول صادر ہے اگر ہمت ہے تو محدثین کرام اور علماء کرام سے اس پر فتویٰ ثابت کریں۔ جو بات محدثین کرام کو غیر شرعی نظر نہ آءی آج کل کے ایک لونڈے کو یہ اعتراض نظر آتا ہے۔جناب والا! ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے وہابیوں کے اکابرین میں یہ ہمت نہ ہوسکی کہ غوث اعظمؒ کی شان میں کچھ بے ادبی کرسکیں۔خود ابن تیمیہ غوث اعظم کی کتاب کی شرح کرتے ہوءے فخر محسوس کرتا ہے۔ابن تیمیہ جیسا ولیوں کا مخالف بھی غوث اعظمؒ کے سلسلہ سے بیعت ہے۔

کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں خود غوث اعظمؒ روایت فرماتے ہیں: اخبرنا ابو محمد عبدالسلام بن ابی عبدالله محمد بن عبدالسلام بن ابراهیم بن عبدالسلام البصری الاصل البغدادی المؤلد والدار بألقاهرة سنة احدٰی وسبعین وستمائة قال اخبرنا الشیخ ابو الحسن علی بن سلیمان البغدادی الخباز ببغداد سنة ثلث وثلثین وستّمائة قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابو حفص عمر الکیماتی ببغداد وسنة احدٰی وتسعین وخمسمائة قالا کان شیخنا الشیخ عبدالقادر رضی الله تعالیٰ عنه یمشی فی الهواء علی رؤوس الاشهاد فی مجلسه ویقول ماتطلع الشمس حتی تسلم علی وتجئی السنة الی وتسلم علی وتخبرنی ما یجری فیها ویجیء الشهر ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیه، ویجیئ الاسبوع ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیه ویجیئ الیوم ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیه وعزة ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ انا غائص فی بحار علم الله ومشاهد ته انا حجة الله علیکم جمیعکم انا نائب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ووارثه فی الارض۔ (بہجۃ الاسرار ذکر کلما اخبر بہا عن نفسہ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۵۰)

صدقت یاسیدی والله فانما انت کلمت عن یقین لاشك فیه ولاوهم یعتریه انما تنطق فتنطق وتعطی فتفرق وتؤمر فتفعل والحمدلله رب العالمین۔

ترجمہ:۔ یعنی امام اجل حضرت ابوالقاسم عمر بن مسعود وبزار اور حضرت ابوحفص عمر کیماتی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارے شیخ حضور سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند کرہ ہوا پر مشی فرماتے اور ارشاد کرتے آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرلے نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے نیا ہفتہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے ، نیا دن جو آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! کہ تمام سعید وشقی مجھ پر پیش کئے

جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفوظ پر لگی ہے یعنی لوح محفوظ میرے پیش نظر ہے، میں اللہ عزوجل کے علم ومشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں، میں تم سب پر حجت الٰہی ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب اور زمین میں حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا وارث ہوں۔ سچ فرمایا ہے آپ نے اے میرے آقا، بخدا آپ یقین پر مبنی کلام فرماتے ہیں جس میں کوئی شک اور وہم راہ نہیں پاتا۔ بے شک آپ سے کوئی بات کہی جاتی ہے تو آپ کہتے ہیں اور آپ کو عطا ہوتا ہے تو آپ تقسیم فرماتے ہیں۔ آپ کو امر کیا جاتا ہے تو آپ عمل کرتے ہیں۔ اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے۔ (ت)

شکاری جانوروں کی سی آواز کا تحقیق جائزہ

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

علماء کا نظریہ: سورۃ الکھف آیت نمبر ۱۱۰ قل انما انا بشر مثلکم، اے محبوب فرما دو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔۔۔۔ اس آیت میں کفار سے خطاب ہے چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت کرتی ہے لہذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں، میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں (جیسا کہ) شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے اس سے کفار کو اپنی طرف ماءل کرنا مقصود ہے۔ [بریلوی: مولانا مفتی احمد نعیمی صاحب جاء الحق صفحہ ۱۴۵]

وحی کا نظریہ: اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا۔ [سورۃ بنی اسراءیل، آیت نمبر ۴۸، سورۃ الفرقان، آیت نمبر ۹]
ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) ذرا دیکھو تو یہ (گستاخ) لوگ آپ ﷺ کے متعلق کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں، سو وہ گمراہ ہو گءے پس ہو راستہ ہدایت نہیں پا سکتے۔

الجواب بعنوان الوھاب: عرض یہ ہے کہ مرزا صاحب نے مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب کی عبارت پر کچھ اعتراض نقل نہیں کیا اور جواب میں قرآن کی ایک آیت نقل کر دی۔ اس آیت کو نقل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو آقا ﷺ کے متعلق مثال بیان کرنے پر اعتراض ہے۔ ان کو شاید مفتی صاحب کی عبارت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مفتی صاحب نے نبی کریم ﷺ کو شکاری سے تشبیہ دی۔ اس بابت چند معروضات عرض ہیں۔

۱۔ مرزا صاحب نے دجل وفریب سے کام لیتے ہوءے مفتی صاحب کی عبارت میں [ ] بریکٹ میں جو الفاظ [جیسا کہ] خود اضافۃً لکھے ہیں۔ حالانکہ جاء الحق میں [جیسا کہ] الفاظ موجود نہیں ہیں۔ قارءین کرام خود جاء الحق کی مذکورہ عبارت دیکھ کر تسلی کر سکتے ہیں۔

۲۔ مرزا جی نے پھر دجل وفریب سے قارءین پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ مفتی صاحب نے نبی کریم ﷺ کو شکاری سے تشبیہ دی ہے۔ مگر مفتی صاحب کی عبارت میں ایسے تشبیہ کی تو کوءی صراحت تک نہیں ہے۔ کیونکہ مفتی صاحب کی جو عبارت مرزا جی نے نقل کی ہے وہ ایک جملہ نہیں بلکہ اس میں متعدد جملے ہیں۔

اول: س آیت میں کفار سے خطاب ہے چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت کرتی ہے لہذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں، میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔

دوم: شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے۔

سوم: اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے۔

اب مرزا جی نے ان تین جملوں کے نقل کرتے ہوئے ایک جملہ بنا دیا۔ اور مفہوم عبارت کچھ کا کچھ کر دیا۔ ان جملوں میں کسی مقام پر بھی نبی کریم ﷺ کو شکاری سے تشبیہ نہیں دی گئی۔

بالفرض اگر یہ مان لیا جاءے کہ مفتی صاحب نے اس عبارت میں شکاری سے تشبیہ دی بھی ہے تو پھر بھی گستاخی کا احتمال نہیں ہے۔ کیونکہ اہل علم پر یہ بات

پوشیدہ نہیں کہ مثال میں صرف وجہ تمثیل کا لحاظ ہوتا ہے تمام چیزوں میں اشتراک ہونا لازم نہیں۔ مثال کے طور پر جیسے ہم تمام مکاتب فکر کے لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لقب شیر خدا ہے۔ اور اگر اب کوئی معترض یہ کہہ دے دیکھو حضرت علیؓ کو ایک شیر سے تشبیہ دی اور شیر تو بڑا خون خوار ہوتا ہے۔ اور کمزور جانوروں پر ظلم کرتا ہے۔ تو کیا نعوذ باللہ ایسا اعتراض درست ہوسکتا ہے، ہرگز نہیں۔ حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شیر سے تشبیہ صرف ایک وجہ سے دی جاتی ہے اور وہ ہے بہادری۔ اسی طرح مفتی صاحب کی عبارت میں بھی [بالفرض اگر اس اعتراض کو تسلیم کیا جاءے] شکاری کی مثال صرف اور صرف مانوس ہونے کی علت کو بیان کرنے کے لیے ہے۔

اور جناب عالی! ذرا آپ اس عبارت سے آگے چند سطروں کے بعد یہ بھی مفتی صاحب کی یہ عبارت پڑھ لیتے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں: حیوان اور انسان میں صرف ایک درجہ کا فرق ہے مگر بشریت اور شان مصطفوی ﷺ میں ۲۷ درجہ کا فرق ہے۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔ ہماری بشریت اور محبوب ﷺ کی بشریت میں کوءی نسبت نہیں، مولانا [روم] مثنوی میں فرماتے ہیں۔۔۔۔ حضور ﷺ کی بشریت ہزارہا جبریلی حیثیت سے اعلٰی ہے۔ [جاءالحق ص ۳۹۵]

جناب عالی! مفتی صاحب تو نبی کریم ﷺ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے چہ جائیکہ کہ ان کو ایک شکاری کے برابر ٹھہرائیں۔ لہذا مرزا جی کا دجل وفریب نہ ان کے کام آسکا۔ اللہ تعالیٰ ایسے فراڈ سے محفوظ فرمائے۔

کشف المحجوب میں نبی کریم ﷺ پر حالت سکر کا بیان کا تحقیقی جائزہ

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

علماء کا نظریه: حضرت داودؑ کی ایک نظر جب وہاں پڑی جہاں نہ پڑنی چاہئے تھی یعنی اوریا کی بیوی پر، تو آپ ﷺ کو حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کا سامنا کرنا پڑا۔۔۔۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کی ایک اس طرح کی نگاہ حضرت زیدؓ کی بیوی پر پڑی تو حضرت زیدؓ پر ان کی بیوی حرام ہوگی (انھی کے بعد میں نبی کریم ﷺ نے نکاح فرمایا یعنی اُم المومنین سیدہ زینبؓ) اسلئے کہ حضرت داوَدؑ کی نظر حالت حالت صحو (یعنی حالت ہوش) میں تھی اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی نظر حالت سکر (یعنی مدہوشی کی حالت) میں تھی۔ [کشف المحجوب باب ۱۴ سکر اور صحو کا بیان: دیوبندی ترجمہ: مولانا عبدالروف فاروقی صفحہ ۲۹۱ بریلوی ترجمہ: مولانا فضل الدین گوھر صفحہ ۲۶۷]

وحی کا فیصله: وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى * مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى * وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى * إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى.

ترجمہ آیت مبارکہ: قسم ہے ستارے کی جب وہ اترے۔ تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ تو کبھی بہکے ہیں اور نہ ہی کبھی ٹیڑی راہ پر چلے ہیں اور نہ ہی وہ اپنی خواہش نفس سے کوئی بات کہتے ہیں بلکہ وہ تو نہیں مگر وحی جو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) انھیں کی جاتی ہے۔ [سورۃ النجم۔ آیت نمبر ۱ تا ۴]

الجواب بعنوان الوهاب: عرض یہ ہے کہ انجینئر محمد علی مرزا صاحب نے جھوٹ بولنے کے ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔ کیونکہ ان کی اپنے ذاتی کوئی تحقیق نہیں لحاظہ غیر مقلدین کے تمام اعتراضات نقل کرکے اپنے آپ کو محقق سمجھنے لگے ہیں۔

اول: اس بارے میں عرض یہ ہے کہ مرزا جی نے جو اس عبارے میں حالت صحو کے معنی ہوش اور سکر کے معنیٰ مدہوشی کے کیے ہیں وہ سیاق وسباق سے ہٹ کر اور دجل وفریب سے کیا ہے۔ کیونکہ جب حضور داتا صاحبؒ نے اس عبارت میں کسی بھی جگہ حالت صحو اور حالت سکر کے معنیٰ نہیں کیے جبکہ بریکیٹ () میں اس کے دیے ہوئے معنی بالکل غلط ہیں اور مرزا جی کی تحریف اور اضافہ جات ہیں۔

دوم: حضرت داوَدؑ کی عبارت نقل کرنے سے قبل خود حضور داتا صاحبؒ حالت صحو اور حالت سکر کی تعریف حضرت بایزید بسطامیؒ سے کچھ یوں کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے سکر کو صحو سے افضل سمجھا ہے ان میں سے حضرت بایزید بسطامیؒ اور ان کے متبعین ہیں۔ وہ (حضرت بایزید بسطامیؒ) کہتے ہیں کہ

صحو،صفیت آدمیت پرتمکین واعتدال کی صورت پیدا کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ سے حجاب اعظم ہے اور سکر، آفت کے زائل ہونے،صفات بشریت میں نقص آنے، بندے کے اختیار وتدبیر کے چلے جانے،معنوی بقا کے ساتھ حق تعالیٰ میں بندے کے تصرفات کے فناء ہونے اور اس کے قوت کے فنا ہونے سے جو بندے میں اس کی جنس کے خلاف ہے، سے حاصل ہوتی ہے اور یہ حالت صحو سے زیادہ بلیغ، زیادہ تام اور زیادہ کامل ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت داؤود ﷺ حالت صحو میں تھے تو ان سے ایک فعل صادر ہوا جس حق تعالیٰ نے ان سے منسوب کر دیا اور فرمایا۔ **و قتل داؤد جالوت** (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۱) اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا۔ اور مصطفی ﷺ حالت سکر میں تھے۔ چنانچہ ایک فعل آپ ﷺ سے صادر ہوا تو حق تعالیٰ نے وہ فعل اپنی طرف منسوب فرمالیا۔ قولہ تعالیٰ **و ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ**۔ (سورہ الانفال، آیت ۱۷) اور آپ ﷺ نے کنکریاں نہیں پھینکی جب آپ ﷺ نے پھینکی لیکن وہ تو اللہ تعالیٰ نے پھینکیں۔ پس دیکھئے کہ بندے (نبی کریم ﷺ) کا بندے (حضرت داؤدؑ) کے درمیان کتنا فرق ہے۔ ایک بندہ (حضرت داؤدؑ) جو اپنے وجود میں قائم تھا اور اپنی صفات سے ثابت اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ تم نے قتل کیا یہ اس کی کرامت کا اظہار تھا۔ اور ایک وہ بندہ (نبی کریم ﷺ) ہے جو حق تعالیٰ کے ساتھ قائم رہتا تھا اور اپنی صفات سے فانی ہو چکا تھا۔ اس فعل کو (اللہ تعالیٰ نے) اپنا فعل فرمایا اور کہا کہ جو کچھ (آپ ﷺ نے) کیا ہم نے کیا۔ پس بندے کے فعل کی نسبت خدا تعالیٰ کے ساتھ ہونا، اُس نسبت سے بہتر ہے جو حق تعالیٰ کے فعل کی نسبت ہو، اور بندے سے کی جائے۔ جب حق کے فعل کی نسبت بندے کے ساتھ ہو تو بندہ اپنے وجود کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور جب بندے کے فعل کی نسبت حق تعالیٰ سے ہو تو وہ حق تعالیٰ سے قائم ہوتا ہے۔ جب بندہ اپنے وجود کے ساتھ قائم ہوتا ہے تو اس کی حالت وہی ہوتی ہے جو داؤد علیہ السلام کی تھی۔ ان کی نظر اس جگہ پڑی۔۔۔۔۔۔۔ (کشف المحجوب صفحہ ۲۳۰۔۲۳۱، کرمانوالہ بک شاپ)

قارئین کرام! اس عبارت میں کسی جگہ صحو کی تعریف میں حالت ہوش اور سکر کی تعریف میں مدہوشی نہیں لکھا۔ مگر جناب مرزا جی نے اس عبارت میں اپنا ترجمہ گھسیڑنے کے جو ہمت کی ہے اللہ سے وہ اس تحریف کی معافی مانگیں اور اس عبارت پر اعتراض کرنے سے رجوع کریں۔

سوم: حضور داتا صاحبؒ نے کشف المحجوب میں سکر وصحو کے باب کے بالکل شروع میں جو لکھا ہے اگر مرزا صاحب اس عبارت کو ہی پڑھ لیتے تو ایسا اعتراض کرنے کی جسارت نہ کرتے۔ حضور داتا صاحبؒ فرماتے ہیں:

جان لے اللہ تعالیٰ تجھے سعادت دے کہ سکر وغلبہ کو ارباب معانی نے اللہ تعالیٰ کے غلبہ محبت سے عبارت کیا ہے اور صحو حصول مراد سے عبارت ہے۔ اہل معانی نے ان کے بارے میں خاصی سخن زنی کی ہے۔ (کشف المحجوب ص ۲۳۰ کرمانوالہ بک شاپ)

اس باب کے اختتام پر داتا صاحبؒ نے پھر صحو اور سکر کی اقسام بھی بیان کیں ہیں۔ اگر مرزا صاحب ان اقسام کی بحث ہی دیکھ لیتے تو حضور داتا صاحب کی عبارت میں صحو کا معانی حالت ہوش اور سکر کا معانی حالت مدہوشی کرنے کی ہمت نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پڑھے لکھے جاہلوں سے محفوظ فرمائے۔

چشتی رسول اللہ کے کلمہ پر تحقیقی جائزہ

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

علماء کا نظریہ: خواجہ قطب الدین بختیار کا کی صاحب (جو خلیفہ تھے خواجہ معین الدین چشتی صاحب کے) ایک دفعہ انکے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میں مرید ہونے آیا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: جو کچھ ہم کہیں گے کرے گا اگر یہ شرط منظور ہے تو مرید کروں گا۔ اُس نے کہا جو کچھ آپ کہیں گے وہی کروں گا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کا کی نے فرمایا: تو کلمہ اسطرح پڑھتا ہے۔ [لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ] تو اب ایک بار اس طرح پڑھ [لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ] چونکہ راسخ العقیدہ تھا اس نے فوراً پڑھ دیا۔ خواجہ صاحب نے اس سے بیعت لی اور بہت کچھ خلعت ونعمت عطا فرمایا اور کہا: میں نے فقط تیرا

امتحان لیا تھا کہ تجھ کو مجھ سے کس قدر عقیدت ہے ورنہ میرا مقصود نہ تھا کہ تجھ سے اس طرح کلمہ پڑھواں۔[بزرگ(بریلوی+دیوبندی)خواجہ فریدالدین گنج شکر صاحب، ہشت بہشت(فوائدالسالکین)صفحہ ۱۹ شبیر برادرز]

وحی کا فیصلہ: ترجمہ صحیح حدیث: سیدنا عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد ۵ چیزوں پر رکھی گئی ہے: ۱ گواہی دینا (لا الہ الا اللہ) اور یہ کہ (محمد رسول اللہ ﷺ) اور ۲۔نماز قائم کرنا، اور ۳ زکوٰۃ ادا کرنا، اور ۴ حج کرنا اور ۵ رمضان کے روزے رکھنا۔[صحیح بخاری کتاب الایمان حدیث نمبر ۸، صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۱۳]

الجواب بعنوان الوهاب: عرض یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب نے فوائدالسالکین کا حوالہ دے کر کون سا اہم کام کر دیا ہے۔اس حوالہ کی بابت چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

اول: یہ کہ کسی بھی اعتراض کے جواب کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ایک: تحقیقی، دوسرا: الزامی اور تیسرا: کسی بھی اعتراض کو فرضاً مان کر جواب

دوم: چشتی رسول اللہ کا کلمہ پڑھوانا کسی بھی سند صحیحہ کے ساتھ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے ثابت نہیں۔اگر اعتراض کرنا ہے تو یہ بات باسند صحیح ثابت کریں۔کیونکہ یہ فوائدالسالکین نامی کتاب تو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی اپنی نہیں ہے۔

سوم: اگر کوئی یہ جواب دے کہ فوائدالسالکین تو حضرت خواجہ قطب الدین کا کیؒ کے ملفوظات ہیں جو انکے مرید اور خلیفہ حضور فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ نے جمع کیے ہیں۔تو اس بارے میں جواباً عرض یہ ہے کہ فوائدالسالکین نامی کتاب کا حضرت قطب الدین کا کیؒ کے طرف انتساب اور حضرت گنج شکر علیہ الرحمہ کا ان ملفوظات کو جمع کرنا بھی مشکوک ہے غیر معتبر ہے۔کیونکہ اس کتاب کے جتنے بھی نسخے ابھی تک دریافت ہوئے یا جن لوگوں نے فوائدالسالکین کا انتساب ان لوگوں کی طرف کیا ہے وہ سنداً ثابت نہیں۔فوائدالساکین میں درج تمام مجلسیں ۵۸۴ھ کی ہیں۔اور کسی نسخہ کے سند نہ تو متصل ہے اور نہ ہی اس دور کا لکھا یا مدون ہونا ثابت ہوسکا۔لہذا جو کتاب سنداً بھی ثابت نہ ہو تو ایک جید عالم دین اور عالم باصفا صوفی کی طرف اس عبارت کا انتساب انتہائی جرات مندی ہوگیٔ۔

چہارم: اگرچہ فوائدالسالکین کا انتساب بحیثیت ملفوظاتِ حضرت خوابہ قطب الدین بختیار کا کیؒ کی طرف چند شخصیات نے کیا ہے۔مگر اس بارے میں عرض یہ کہ اگر یہ احتمال درست مان بھی لیا جائے تو موجودہ فوائدالسالکین میں موجود کلمہ چشتی رسول اللہ کا اس کتاب میں ہونا تحریف اور گڑھ بڑھ کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔کیونکہ موجود دستیاب فوائدالسالکین میں بہت ساری باتیں نہ تاریخی طور پر ثابت ہیں اور نہ تحقیقاً۔اور بہت سارے واقعات تو گھڑے ہوئے لگتے ہیں۔فوائدالسالکین نامی موجودہ کتاب میں ایسے واقعات لکھے ہیں جو اس کتاب کے مدون کے بہت عرصے بعد رونما ہوئے تو یہ کیسے ہوگیا کہ ۵۰ یا ۱۰۰ سال بعد کے واقعے اس کتاب میں بیان کر دیے جائیں۔جس سے موجودہ فوائدالسالکین نامی کتاب غیر معتبر اور نا قابل اعتبار ٹھہرتی ہے۔

لہذا تحقیقی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کتاب کا انتساب ان بزرگ ہستیوں کے طرف انتساب جعلی اور موضوع ہے۔فوائدالسالکین نہ تو خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ کے ملفوظات ہیں اور نہ انکے جامع حضرت بابا گنج شکرؒ ہوسکتے ہیں۔بلکہ یہ ہی کتاب نہیں بلکہ صوفیاء کرام کے دیگر ملفوظات مثلاً فوائد الفوائد، اسرار الاولیاء وغیرہ بھی کافی مشکوک اور سنداً غیر ثابت ہیں۔

قارئین کرام! یہ بات کوئی اچنبے کی بات نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے اہل سنت و جماعت اور صوفیاء کرام کی کتابوں میں تحریف اور تدسیس ہوتی رہی ہے۔ابن عربیؒ کی کتابوں کے ساتھ بھی یہ ہوا۔جبکہ علامہ شعرانیؒ نے اس بات کا برملا اظہار کیا کہ ان کی حیات میں ان کی کتابوں میں تحریف ہوئی۔شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کی کتابوں کے ساتھ ان کی حیات میں جو ہوا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔لہذا جب تک کوئی بات سنداً ثابت نہ ہو اس پر کسی قسم کا کلام اور اعتراض اصول اور انصاف کے منافی اور جہالت ہے۔

پنجم: اہل سنت و جماعت نے چشتی رسول اللہ کے کلمہ کا جو جواب دیا ہے [کہ یہ واقعہ شطیحات کے قبیل میں سے ہے لہذا اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے] ان

جوابات سے یہ اخذ کرنا کہ یہ عالم اس بات کو صحیح ثابت سمجھتے ہیں۔تو ایسی بات کرنا بھی جہالت ہے کیونکہ ان علماء کرام نے ایسی عبارتوں کو ہرگز صحیح نہیں مانا بلکہ ان کو بالفرض محال صحیح مان کر اس کے جوابات دیے ہیں جو اپنی جگہ پر درست ہیں۔مگر یہ بات اپنی جگہ قائم ہے کہ ان بزرگوں سے ایسے اقوال ثابت کرنے کے لئے قطعی ثبوت کی ضرورت ہے۔جبکہ دوسری طرف ایسی کتابوں کا انتساب کرنا بھی غلط ہے۔دوسری طرف ناشرین حضرات ایسی مشکوک طبع کرواتے ہیں ان کا الزام علماء کرام پر ڈالنا غلط اور لغو ہے۔علماء اور مشائخ ایسی کتابوں کے مندرجات سے بری الذمہ ہیں جن کا انتساب صحیح ثابت نہ ہو سکے۔اور ان کتابوں سے بری الذمہ ہونے کا اقرار خود اعلیٰ حضرت نے متعدد مقامات پر فتاویٰ رضویہ میں کیا ہے۔اور محدث کچھوچھویؒ نے بھی اسی کتابوں کا انتساب ان بزرگان دین کی طرف کرنے پر بڑی شدد سے رد کیا ہے۔لہذا اہل سنت و جماعت کے علماء پر ایسے اعتراض کرنا جہالت ہے۔

الزامی جواب: اگر ہمت ہے تو پھر غیر مقلد عالم قاضی سلیمان پوری پر اعتراض کر کے دکھائیں جنھوں نے خواجہ قطب الدین کا کیؒ کے بارے میں ایک شعر لکھا ہے۔

مرشد کامل است سال وفات　　سر تسلیم تاج رفعت یافت

اور حضرت بابا گنج شکرؒ کے بارے میں لکھا ہے۔

آں شیخ فرید دین و دنیا　گنج شکر و خازنئی اصفیا

اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے بارے میں لکھا ہے۔

معین الدین حسن آں سید پاک　که از سنجر سوئے اجمیر آمد
ز شرع پاک مفتاح بقا یافت　　زهیر باغ فانی اُو بقا یافت

مجھے اُمید ہے کہ قارئین کرام! اس تحقیق کو بغور مطالعہ کر کے حق اور سچائی کا ساتھ دیں گئے اور مسلک حقہ کے طرف اپنی توجہ ضرور مبذول کریں گئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان فتوں سے محفوظ فرمائے۔(آمین)

خادم اہل سنت و جماعت

فیصل خان

راولپنڈی

PH:0321-5501977